نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه
بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ نزّل احسن الحدیث
ماهنامه
الحدیث
حضرو
مدیر: حافظ زبیر علی زئی
شمارہ نمبر
84
جمادی الاولی ۱۴۳۲ھ مئی ۲۰۱۱ء
ابوبکر غازیپوری دیوبندی کی خیانتیں
امام ابوبکر بن ابی داود السجستانی رحمہ اللہ
حجامہ (سینگی لگوانا) ایک شرعی علاج
ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورخیاں
قرآن مجید کی تعلیم اور جنت کا تاج
مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک: پاکستان

ایمان والو! اپنے وعدے پورے کرو

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ ﴾

اے ایمان والو! وعدوں کو پورا کرو۔ (المائدہ:۱)

فقہ القرآن:

۱: ایمان والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی وحدانیت (اور توحید) کا اقرار کیا، خشوع وخضوع سے اللہ ہی کی عبادت کی، اللہ ہی کو معبودِ حق تسلیم کیا، اس کے رسول محمد ﷺ کی نبوت اور جو شریعت وہ لائے اس کی تصدیق کی، جیسا کہ اہلِ سنت کے جلیل القدر ثقہ مفسر امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ (دیکھئے تفسیر طبری نسخہ محققہ ۴/ ۲۸۸)

۲: عقود سے مراد عہود (مضبوط وعدے اور ذمہ داریاں) ہیں، جیسا کہ ثقہ تابعی اور مفسرِ قرآن امام قتادہ بن دعامہ البصری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ (تفسیر طبری ۴/ ۲۸۹ ح ۱۰۹۲۲، وسندہ صحیح)

یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا اظہار کر کے جو وعدہ کیا ہے، اس وعدے کو پورا کرو اور کتاب وسنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہو جاؤ۔

۳: ہر وہ وعدہ ومعاہدہ پورا کرنا ضروری ہے جو انسان اور خالق کے درمیان ہے، اور اسی طرح انسان اور انسان کے درمیان بھی ہر وعدہ ومعاہدہ پورا کرنا ضروری ہے، بشرطیکہ کتاب وسنت کی نافرمانی نہ ہوتی ہو اور اگر شریعت اسلامیہ کے خلاف کوئی وعدہ یا معاہدہ ہے تو یہ باطل ومردود ہے اور اسے قطعاً پورا نہیں کرنا چاہیے۔

۴: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (۲) جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے (۳) اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۳، صحیح مسلم: ۵۹، ترقیم دارالسلام: ۲۱۱)

۵: سورۃ المائدہ آخری سورت ہے جو نازل ہوئی۔ (مسند احمد ۶/ ۱۸۸ ح ۲۵۵۴۷ وسندہ صحیح)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ نزل احسن الحدیث

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه

جلد: 8 | جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ مئی ۲۰۱۱ء | شمارہ: 5

قیمت

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ : 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

300 روپے

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

0302-5756937

اس شمارے میں

۲۶۷) وعن الأحوص بن حكيم عن أبيه قال: سأل رجلٌ النبي ﷺ عن الشر. فقال: ((لا تسألوني عن الشر و سلوني عن الخير)) يقولها ثلاثاً ثم قال: ((ألا إن شرّ الشر شرار العلماء و إن خير الخير خيار العلماء.))

رواه الدارمي.

اوراحوص بن حکیم (بن عمیر العنسی) سے روایت ہے کہ اس نے اپنے باپ (حکیم بن عمیر بن احوص الحمصی تابعی رحمہ اللہ) سے بیان کیا کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے شر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے شر کے بارے میں نہ پوچھو اور خیر کے بارے میں پوچھو۔ آپ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی پھر فرمایا: سن لو! سب سے بڑا شر بُرے علماء ہیں اور سب سے بہتر خیر اچھے علماء ہیں۔

اسے دارمی (۳۷۶، دوسرا نسخہ: ۳۸۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

یہ روایت تین وجہ سے ضعیف ہے:

۱: احوص بن حکیم جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ حافظ ہیثمی نے کہا:

"و ضعفه الجمهور" اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۳/۴۲)

حافظ ابن حجر نے کہا: "ضعيف، الحفظ ... و كان عابداً"

وہ حافظے کی وجہ سے ضعیف تھے،... وہ عبادت گزار تھے۔ (تقریب التہذیب: ۲۹۰)

۲: بقیہ مشہور صدوق مدلس تھے اور یہ سند عن سے ہے۔

۳: یہ روایت مرسل (یعنی منقطع) ہے۔

تنبیہ: بقیہ کے شاگرد امام نعیم بن حماد المروزی ثقہ وصدوق حسن الحدیث تھے۔ جمہور نے

اُن کی توثیق کی ہے اور اُن پر دولابی اور ازدی وغیرہما کی جرح مردود ہے۔
دیکھئے میری کتاب علمی مقالات (ج۱ص۴۴۹۔۴۶۷)

۲۶۸) وعن أبي الدرداء قال :" إن من أشر الناس عند الله منزلة يوم القيامة: عالمٌ لا ينتفع بعلمه ." رواه الدارمي .

اور (سیدنا) ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بُرا مقام اس عالم کا ہوگا جو اپنے علم سے فائدہ نہیں اُٹھاتا تھا۔
اسے دارمی (۸۲/۱ح ۲۶۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند موضوع ہے۔

اس کا راوی عبدالغفار بن القاسم بن قیس بن قہد الانصاری ابومریم الغفاری الکوفی کذاب تھا۔ امام ابوداود طیالسی نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ ابومریم کذاب (جھوٹا) ہے۔ الخ (الضعفاء للعقیلی ۳/۱۰۰۔۱۰۱، وسندہ حسن)
امام نسائی نے فرمایا: "متروك الحديث" (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۸۸)
نیز دیکھئے لسان المیزان (۴/۴۲۔۴۳)
کتاب الزہد لابن المبارک (۴۰) میں اس کا ایک ضعیف ومردود شاہد بھی ہے۔
السلسلۃ الضعیفۃ للالبانی (۱۶۱۷، ۱۶۳۴) میں اس کے دو باطل ومردود شواہد بھی ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۲۶۹) وعن زياد بن حدير قال قال لي عمر :" هل تعرف ما يهدم الإسلام؟ قال قلت: لا ، قال :يهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالكتاب و حكم الأئمة المضلين ." رواه الدارمي .

اور زیاد بن حُدَیر (رحمہ اللہ، ثقہ عابد تابعی) سے روایت ہے کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے مجھے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کو کیا چیز گراتی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، انھوں نے فرمایا: اسلام کو عالم کی غلطی، منافق کا کتاب (یعنی قرآن) کے ساتھ مجادلہ (بحث ومباحثہ) کرنا اور گمراہ

حکمرانوں کی حکومت ختم کرتی ہے۔ اسے دارمی (۱/۱۷ح ۲۲۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند صحیح ہے۔

اس کی سند میں ابو اسحاق سے مراد سلیمان بن ابی سلیمان الشیبانی ہیں جو کہ مشہور ثقہ تھے اور باقی سند صحیح ہے۔

اس کی مزید سندوں کے لئے دیکھئے کتاب الزہد لابن المبارک (۱۴۷۵) الفقیہ والمتفقہ للخطیب (۱/۲۳۴) اور جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر (۲/۲۲۱ح ۹۵۲)

فقہ الحدیث:

۱: عالم سے غلطی ہوسکتی ہے، لہٰذا تقلیدِ شخصی حرام ہے۔

۲: منافقین اور اہلِ بدعت بھی کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں، لہٰذا کتاب وسنت کا صرف وہی فہم معتبر ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے۔

۳: حکمرانوں کے کرتوتوں اور تباہیوں کا اُمت پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔

۴: علمائے حق کو اخلاصِ نیت کے ساتھ ہر وقت کتاب وسنت اور اجماع کے راستے پر سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں گامزن رہنا چاہئے۔

۵: نبی ﷺ معصوم ہیں، لیکن آپ کی اُمت میں سوائے سیدنا عیسیٰ بن مریم الناصری علیہ السلام کے کوئی بھی معصوم نہیں ہے، لہٰذا شیعہ کا معصومیتِ ائمہ والا عقیدہ باطل ہے۔

۲۷۰) وعن الحسن قال :" العلم علمان :فعلم في القلب فذاك العلم النافع وعلم على اللسان فذاك حجة الله عزّوجل على ابن آدم ." رواه الدارمي .

اور حسن (بصری رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ایک علم دل میں ہوتا ہے اور یہ علم نفع بخش ہے، دوسرا علم زبان پر ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابن آدم (یعنی اولادِ آدم) پر حجت ہے۔ اسے دارمی (۱/۱۰۲ح ۳۷۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے ابن ابی شیبہ (۲۳۵/۱۳ ح ۳۴۳۵۰) نے ابن نمیر سے، اور حسین بن الحسن المروزی (زوائد الزھد لابن المبارک: ۱۱۶۱) نے عباد بن العوام سے اور ابن نمیر و عباد بن العوام دونوں نے ہشام بن حسان سے روایت کیا ہے۔

ہشام بن حسان مدلس تھے۔ دیکھئے طبقات المدلسین لابن حجر (طبقۂ ثالثہ ۱۱۰/۳) اور علل الحدیث لابن ابی حاتم (۲۶۰/۲ ح ۲۲۷۵)

یہ روایت عن سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے اور تاریخ بغداد (۳۴۶/۴) میں ضعیف سند سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔

(۲۷۱) وعن أبي هريرة قال: "حفظتُ من رسول الله ﷺ وعاء ين فأما أحدهما فبثثته فيكم و أما الآخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم - يعني مجرى الطعام." رواه البخاري. اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (علم کے) دو برتن یاد کئے: ایک (یعنی حدیث) کو تو میں نے تمھارے درمیان پھیلا دیا ہے اور دوسرے (یعنی احادیثِ فتن) کو اگر پھیلاؤں تو میرا حلق کاٹ دیا جائے گا یعنی مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ اسے بخاری (۱۲۰) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث کا تعلق فتنوں کے بارے میں پیشین گوئیوں سے ہے مثلاً فلاں امیر ظالم ہوگا اور ساٹھ ہجری میں یہ ہوگا۔ وغیرہ، دیکھئے فتح الباری (۲۱۶/۱)

۲: اس حدیث سے باطنیہ (اور صوفیہ) کا استدلال باطل ہے۔

(فتح الباری ۲۱۶/۱ بحوالہ ابن المنیر)

کتاب و سنت کو علمِ شریعت کہنا اور صوفیاء کی تحریفات کو علمِ طریقت کہنا اہلِ بدعت کی اختراعات ہیں۔

۳: اگر شرعی عذر ہو تو بعض اوقات علم کی کوئی بات عام لوگوں سے خفیہ رکھنا جائز ہے، لیکن یاد رہے کہ بغیر کسی دلیل کے دین کی ضروری بات چھپانا کتمانِ علم ہے۔

۴: ظالموں سے اپنی جان بچانے کے لئے خاموشی اختیار کرنا جائز ہے۔

۵: اس حدیث میں اُن واقعات کی طرف اشارہ ہے جو ساٹھ ہجری یا اس کے بعد رُونما ہوئے مثلاً یزید کی حکومت وغیرہ۔

۶: نبی ﷺ کے نزدیک سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا مقام تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے انھیں اُمورِ فتن سے متعلق خاص علم بھی بتادیا تھا۔

۷: تدریس کے لئے بعض لوگوں کا انتخاب جائز ہے۔

۸: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو غیب کی بعض باتیں بتادی تھیں۔

۲۷۲) **وعن عبد الله بن مسعود قال: يا أيها الناس! من علم شيئاً فليقل به ومن لم يعلم فليقل : الله أعلم، فإن من العلم أن تقول لما لا تعلم :الله أعلم. قال الله تعالى لنبيه : ﴿ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴾ متفق عليه .** اور (سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے لوگو! جسے کسی چیز کا علم ہو تو وہ اسے بیان کرے اور جسے علم نہ ہو تو وہ کہے: اللہ جانتا ہے، کیونکہ تم جسے نہیں جانتے اُس کے بارے میں اللہ جانتا ہے، کہنا علم میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) سے فرمایا: کہہ دیجئے! میں تم لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (ص:۸۶)

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۴۸۰۹، صحیح مسلم: ۳۹/۲۷۹۸)

فقہ الحدیث:

۱: جس مسئلے کا علم نہ ہو تو صاف بتا دینا چاہئے کہ مجھے پتا نہیں ہے، یا میں نہیں جانتا اور خواہ مخواہ تکلف کر کے اپنا عقلی واختراعی فتویٰ جاری نہیں کرنا چاہئے۔

۲: کتاب وسنت، اجماع اور آثارِ سلف صالحین کی پیروی میں ہی نجات ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اور جماعت اہل حدیث کے اعیان وارکان ۱۳۲۲ھ میں لاہور شہر میں جمع ہوئے، اس اجلاس میں اس امر پر بحث ہوئی کہ اہل حدیث کے نام

سے کون شخص موسوم ہو سکتا ہے؟ طویل بحث ومباحثہ کے بعد یہ قرار پایا کہ "اہل حدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والاستدلال احادیث صحیحہ اور آثار سلفیہ کو بناوے اور جب اس کے نزدیک ثابت و تحقق ہو جائے کہ ان کے مقابلہ میں کوئی معارض مساوی یا اس سے قوی نہیں پایا جاتا تو وہ ان احادیث و آثار پر عمل کرنے کو مستعد ہو جاوے اور اس عمل سے اس کو کسی امام یا مجتہد کا قول بلا دلیل مانع نہ ہو۔" (تاریخ اہل حدیث ج۱ص۱۵۱، از قلم ڈاکٹر محمد بہاؤالدین)

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے فرمایا: "اس معیار کے دوسرے درجہ پر جہاں صحیح حدیث نبوی نہ پائی جاتی ہو، دوسرا معیار سلفیہ آثار صحابہ کبار و تابعین ابرار و محدثین اخیار ہیں، جس مسئلہ اعتقادیہ و عملیہ میں صریح سنت نبوی کا علم نہ ہو، اس مسئلے میں اہل حدیث کا متمسک آثار سلفیہ ہوتے ہیں اور وہی مذہب اہل حدیث کہلاتا ہے" (تاریخ اہل حدیث ج۱ص۱۵۷)

حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے فرمایا: "خلاصہ یہ کہ ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں وہ یہ کہ سلف کا خلاف جائز نہیں" (فتاویٰ اہلحدیث ج۱ص۱۱۱)

۲۷۳) وعن ابن سیرین قال :" إن هذا العلم دین فانظروا عمن تأخذون دینکم." رواه مسلم .

اور (محمد) ابن سیرین (رحمہ اللہ تابعی) نے فرمایا: بے شک یہ علم دین ہے، لہٰذا تم دیکھو کہ اپنا دین کس سے لیتے ہو۔ اسے مسلم (۷/۱) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: صحیح العقیدہ اور ثقہ وصدوق علماء سے ہی علم سیکھنا اور دینی مسائل کا حل پوچھنا چاہئے۔

۲: دین کا دارومدار سندوں پر ہے، لہٰذا ہر بے سند بات مردود ہے۔

۳: اہل بدعت سے اجتناب کرنا چاہئے۔

۴: آثار سے استدلال جائز بلکہ مستحسن ہے۔

۵: اثر مذکور صحیح مسلم کے مقدمہ میں ہے اور اس کی سند امام محمد بن سیرین تک صحیح ہے۔

۶: اپنے متعلقین اور عام لوگوں کی تربیت کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔

کیا کسی صحابی کے کتے کا نام راشد تھا؟

سوال سرفراز صفدر دیوبندی نے کہا ہے کہ ''اگر کسی صحابی کی نام غلط ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدل دیتے تھے دیہات سے ایک موٹا تازہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اس کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ بھائی تیرا نام کیا ہے؟ کہنے لگا میرا نام ظالم ہے اور میرے کتے کا نام راشد ہے۔ اور راشد کا معنیٰ ہے ہدایت یافتہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو بندہ ہو کے بھی ظالم ہے اور وہ کتا ہو کے راشد ہے۔ فرمایا میں نے نام بدلنا ہے آج کے بعد تیرے کتے کا نام ظالم ہے اور تیرا نام راشد ہے۔ اپنے علاقے میں جا کر لوگوں کو بتا دینا۔ منیب الطبع اور سلیم الطبع شخص تھا کوئی قیل وقال نہیں کی کہنے لگا۔ حضرت ٹھیک ہے اور اگر اَڑنا چاہتا تو کہہ سکتا تھا کہ حضرت میرا کوئی اور نام رکھ دو کتے کا نام تو میرا نہ رکھو اور بعضے اَڑ بھی جاتے تھے جیسے...''

(ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ج ۳ ص ۱۶۲۔۱۶۳)

کیا یہ صحیح ہے کہ صحابی کے کتے کا نام راشد تھا؟ تحقیق کر کے جواب دیں۔

جزاکم اللہ خیراً (احمد بن فضل مالک، حسن زئی)

الجواب سرفراز خان صفدر صاحب نے مذکورہ کتاب میں اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا، لیکن یہ روایت امام ابونعیم الاصبہانی کی کتاب: دلائل النبوۃ (۱/۳۵ ح ۶۸) اور معرفۃ الصحابۃ (لابی نعیم ج ۲ ص ۱۱۲۰ ح ۲۸۱۴) میں درج ذیل سند کے ساتھ مطولاً ومختصراً موجود ہے:

'' حدثناہ عمر بن محمد بن جعفر: ثنا إبراھیم بن السندي: ثنا النضر بن سلمۃ: ثنا محمد بن الحسن المخزومي: حدثني یحیی بن سلیمان عن

حكيم بن عطاء الظفري من بني سليم من ولد راشد بن عبد ربه عن أبيه عن جده عن راشد بن عبد ربه ... " (اللفظ لمعرفة الصحابة)

اسے ابونعیم کے حوالے سے حافظ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ/نسخہ محققہ ۱۷۷/۳۔۱۷۸) اور حافظ ابن حجر العسقلانی (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۴۹۵/۱ ت ۲۵۱۷، دوسرا نسخہ ۱۴۰/۲ ت ۲۵۱۲) نے نقل کیا ہے۔

اس روایت کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱۔۳: روایتِ مذکورہ کی سند میں حکیم بن عطاء الظفری، اس کا باپ عطاء الظفری اور دادا تینوں مجہول ہیں۔

۴: یحییٰ بن سلیمان غیر متعین ہے۔

۵: محمد بن الحسن المخزومی کو دلائل النبوۃ اور البدایہ والنہایہ میں غلطی سے محمد بن سلمہ المخزومی لکھا گیا ہے، جبکہ معرفۃ الصحابہ لابی نعیم میں محمد بن الحسن المخزومی لکھا ہوا ہے اور حافظ ابن حجر نے کہا: " روى أبو نعيم من طريق محمد بن الحسن بن زبالة (صح) عن حكيم بن عطاء السلمي ... " (الاصابہ ۴۹۵/۱)

محمد بن الحسن بن زبالہ المخزومی القرشی المدنی پر محدثین کرام نے شدید جرحیں کی ہیں مثلاً امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: " وكان كذابًا ولم يكن بشيٍ وهو مدني " اور وہ کذاب (جھوٹا) تھا، وہ کچھ چیز نہیں اور وہ مدنی ہے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۰۶۰)

اور فرمایا: " ليس بثقة ، كان يسرق الحديث " وہ ثقہ نہیں، وہ حدیث چوری کرتا تھا۔ (ایضاً: ۷۹۹)

اور فرمایا: " والله ما هو بثقة حدّث عدو الله عن مالك ... "

اللہ کی قسم! وہ ثقہ نہیں، اللہ کے (اس) دشمن نے (امام) مالک سے حدیث بیان کی... (کتاب الجرح والتعدیل ۲۲۸/۷ وسندہ صحیح)

امام دارقطنی نے فرمایا: " متروك " (سوالات البرقانی: ۴۲۷)

حافظ ابن حجر نے کہا: " کذبوہ " یعنی محدثین نے اسے کذاب قرار دیا۔

(تقریب التہذیب: ۵۸۱۵)

۶: نضر بن سلمہ غیر متعین ہے اور اس طبقے میں نضر بن سلمہ: شاذان المروزی کذاب راوی بھی ہے۔

۷: عمر بن محمد بن جعفر کی توثیق مطلوب ہے۔

خلاصۃ التحقیق: سرفراز خان صفدر صاحب کی بیان کردہ روایت موضوع ہے، لہٰذا اسے بغیر ذکرِ جرح کے بیان کرنا حلال نہیں ہے۔

تعجب ہے ان لوگوں پر جو عوام کے سامنے "شیخ الحدیث" بنے بیٹھے ہوتے ہیں اور ضعیف، مردود اور موضوع بلکہ بے اصل و بے سند روایات بغیر کسی خوف کے دھڑلے سے بیان کرتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ سے ایسی حدیث بیان کی، جس کا جھوٹ ہونا معلوم ہو تو وہ شخص جھوٹوں میں سے ایک (یعنی جھوٹا) ہے۔

(صحیح مسلم: ۱، باب ۱)

کیا ان لوگوں کو اللہ کی پکڑ کا کوئی ڈر نہیں ہے؟! (۵/ دسمبر ۲۰۱۰ء)

خطبہ سے پہلے خطیب کا سلام کہنا اور خطبے میں درود

سوال اکثر یہ بات سننے اور دیکھنے کا مشاہدہ ہوا ہے کہ اہلِ حدیث علماء خطبہ جمعۃ المبارک اور اصلاحی پروگرام میں منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کرنے سے پہلے اپنے سامنے بیٹھے لوگوں کو "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہتے ہیں۔

ہمارا ایک اہلحدیث بھائی کہتا ہے کہ خطیب حضرات کو منبر پر کھڑا ہو کر تقریر شروع کرنے سے پہلے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہنا بدعت ہے۔ (آفتاب احمد سلفی، دولت نگر)

الجواب کسی صحیح حدیث سے یہ بات ثابت نہیں کہ خطیب منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو السلام علیکم کہے۔ (دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۱۵۷، فقرہ: ۶)

میرے علم کے مطابق ثقہ تابعی امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے ثابت ہے کہ وہ جب منبر پر چڑھ جاتے تو لوگوں کو سلام کہتے اور لوگ اُن کا جواب دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱۴ ح ۵۱۹۷ وسندہ حسن)

خیر القرون کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ خطبہ سے پہلے خطیب کا لوگوں کو سلام کہنا جائز ہے، لہٰذا اسے بدعت کہنا غلط ہے اور اگر اس حالت میں سلام نہ کہے تو بھی بالکل صحیح ہے۔

سوال علماءِ اہلحدیث منبر پر چڑھ کر تقریر شروع کرتے وقت درودِ ابراہیمی بھی پڑھتے ہیں، اُوپر کے مسئلہ کو بدعت کہنے والا بھائی نعوذ باللہ علماء کا تقریر شروع کرتے وقت ''درود ابراہیمی'' پڑھنے کو بھی بدعت کہتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہمارا یہ اعتراض کرنے والا بھائی ''السلام علیکم'' اور ''درود ابراہیمی'' کا نعوذ باللہ منکر نہیں ہے وہ صرف مندرجہ بالا حالت میں السلام علیکم اور درود ابراہیمی پڑھنے کو بدعت کہتا ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس کا قرآن وسنت کی روشنی میں جلد از جلد جواب ارسال فرمادیں، کیا اس بات کی قرآن وسنت میں کوئی دلیل ہے یا اجماع ہے؟؟؟

(آفتاب احمد سلفی، دولت نگر)

الجواب خطبے میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ (دیکھئے زوائد عبداللہ بن احمد علیٰ مسند الامام احمد ۱/۱۰۶ ح ۸۳۷ وسندہ صحیح، اور فضائل درود وسلام کا مقدمہ ص ۲۸ فقرہ: ۱۸)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے تھے اور خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع کا حکم حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے سنن ابی داود (۴۶۰۷) سنن الترمذی (۲۶۷۶) اور اضواء المصابیح (ح ۱۶۵، الحدیث حضرو: ۵۳ ص ۵۔۸)

معلوم ہوا کہ شخصِ مذکور کا حالتِ خطبہ والے درود کو بدعت کہنا غلط ہے۔ (۶/ دسمبر ۲۰۱۰ء)

ایک دوسرے کو سلام کہنا

سوال قرآن مجید میں الفاظ "سلامٌ علیکم" ہیں۔
اسی طرح صحیح ابن حبان میں بھی ہیں، جیسا کہ امام دمیاطی نے "المتجر الرابح" میں نقل فرمایا۔ سوال یہ ہے کہ اکثر لوگ ایک دوسرے کو سلام کرتے وقت "سلامُ علیکم" کہتے ہیں۔ جب کہ سلام کے حوالے سے اکثر احادیث میں "السلامُ علیکم" کے الفاظ ہیں جیسا کہ امام نووی نے ریاض الصالحین میں اکثر ایسی احادیث کو جمع کر دیا ہے۔
کیا "سلامُ علیکم" کہنا بھی جائز ہے؟ (محمد صدیق تنکیاں، سمندر کٹھہ ایبٹ آباد)

الجواب السلامُ علیکم کہنا زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے۔ (مثلاً دیکھئے صحیح بخاری: ۶۲۲۷، صحیح مسلم: ۲۸۴۱/۷۱۶۳)
سلامٌ علیکم بھی صحیح ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

(دیکھئے سورۃ الانعام: ۵۴، الاعراف: ۴۶، الزمر: ۷۳)

اسی طرح صرف سلامٌ اور سلاماً بھی آیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے سورۃ ھود: ۶۹)
لیکن کسی آیت یا حدیث میں سلامُ علیکم نہیں آیا اور نہ ایسے الفاظ سلف صالحین سے آئے ہیں، لہٰذا سلامُ علیکم (یعنی م کی ایک پیش کے ساتھ) نہیں بلکہ "السلام علیکم" کہنا چاہئے جو کہ مسنون ہے۔ یاد رہے کہ سلام کہنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا ضروری (فرض وواجب) ہے، لہٰذا سلام کہنے والے کا جواب بھی صحیح اور بہتر طریقے سے دینا چاہئے۔ مثلاً السلام علیکم کا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ یا وعلیکم السلام کے الفاظ سے جواب دینا چاہئے۔ جو لوگ سلام کے جواب میں صرف سر ہلا کر یا مسنون الفاظ کے بغیر جواب دیتے ہیں، وہ سخت غلطی پر ہیں، بلکہ گناہ کے مرتکب ہیں۔
فائدہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔
(دیکھئے سنن ابی داود: ۵۱۹۵ وسندہ حسن، سنن الترمذی: ۲۶۸۹ وقال: حسن صحیح غریب) [۲۰/نومبر ۲۰۱۰ء]

کیا نبی ﷺ کے والد بھی ذبیح تھے؟

سوال بعض خطباء کا کہنا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے آباو اجداد میں دو ذبیح ہیں۔ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے آپ ﷺ کے والد عبداللہ۔
دوسرے مبینہ ذبیح کے بارے میں عبدالمطلب کے نذر و نیاز والا طویل واقعہ بیان کرتے ہیں اس کی تحقیق درکار ہے۔ (محمد صدیق تلیاں، سمندر کٹھہ ایبٹ آباد)

الجواب اس بارے میں صحابہ و تابعین وغیرہم کے درمیان اختلاف تھا کہ ذبیح کون ہیں: اسماعیل یا اسحاق علیہما السلام؟ لیکن راجح یہی ہے کہ ذبیح سے مراد سیدنا اسحاق علیہ السلام نہیں بلکہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
"هو إسماعيل" وہ اسماعیل ہیں۔ (تفسیر ابن جریر نسخہ محققہ ۵۱۸/۹ ح ۲۹۵۷۹ وسندہ صحیح، وصححہ الحاکم علیٰ شرط الشیخین ۵۵۵/۲ ح ۴۰۳۸ ووافقہ الذہبی)
امام عامر بن شراحیل الشعبی رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: وہ اسماعیل ہیں اور مینڈھے کے دونوں سینگ کعبے میں لٹکے ہوئے تھے۔ (تفسیر ابن جریر ۵۱۹/۹ ح ۲۹۵۸۷ وسندہ صحیح)
تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر ابن کثیر (۳۵۰/۵۔۳۵۱، الصافات:۱۰۱)
مسند احمد میں ہے کہ جب اسماعیل (علیہ السلام) کو ذبح کے لئے لٹایا گیا تو انھوں نے سفید قمیص پہن رکھی تھی۔ (ج ۱ ص ۲۹۷ ح ۲۷۰۷ وسندہ صحیح)
اس حدیث کے راوی ابو عاصم الغنوی رحمہ اللہ کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "ثقة" (کتاب الجرح والتعدیل ۴۱۴/۹ وسندہ صحیح)
اس زبردست توثیق کے بعد ان پر کوئی جرح ثابت نہیں، لہٰذا امام ابو حاتم الرازی کا انھیں نہ پہچاننا، یا اُن کا نام معلوم نہ ہونا کوئی مضر نہیں ہے۔
محمد بن کعب بن سُلیم القرظی (ثقہ تابعی) رحمہ اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح قرار دیا۔
(دیکھئے المستدرک ۵۵۵/۲ ح ۴۰۳۹ وسندہ حسن)

تورات سے یہ ثابت ہے کہ جب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام چھیاسی (۸۶) سال کے تھے۔ (پیدائش ۱۶:۱۶)

اور جب اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام سو (۱۰۰) سال کے تھے۔
(تورات/ پیدائش ۲۱:۵)

ثابت ہوا کہ اسماعیل علیہ السلام اکلوتے بیٹے تھے اور موجودہ محرّف تورات سے یہ بھی ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا۔ (پیدائش ۲۲:۱۵۔۱۶)

☆ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''أنا ابن الذبیحین '' میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔/ لیکن اس روایت کی کوئی سند اور اصل نہیں ہے۔

(دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی: ۳۳۶)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کے والد عبداللہ کے بارے میں آیا ہے کہ

''آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے جب چاہِ زمزم کھودا تو نذر مانی تھی کہ اگر یہ کام آسانی سے پورا ہو گیا تو میں اپنے ایک لڑکے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کروں گا۔ جب کام ہو گیا اور قرعہ اندازی کی گئی کہ کس بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں؟ تو حضور ﷺ کے والد عبداللہ کا نام نکلا۔ ان کے ننھیال والوں نے کہا کہ آپ ان کی طرف سے ایک سو اونٹ اللہ کی راہ میں ذبح کر دیں، چنانچہ وہ ذبح کر دیئے گئے۔''

(تفسیر ابن کثیر مترجم ۴/۴۴۲، المستدرک للحاکم ۲/۵۵۴ ح ۴۰۳۶)

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ اس میں عبداللہ بن سعید الصنابحی مجہول راوی ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۲/۴۲۸ رقم ۴۳۴۸)

اور حافظ ذہبی نے فرمایا: ''إسنادہ واہٍ'' اس کی سند سخت کمزور ہے۔

(تلخیص المستدرک ۲/۵۵۴)

مختصر یہ کہ نبی ﷺ کے والد کے بارے میں ذبیح ہونے والی روایت ثابت نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ (۲۰/ نومبر ۲۰۱۰ء)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

انڈیا کے مشہور دیوبندی ''مولوی'' ابوبکر غازی پوری فاضلِ دیوبند جنھیں اُن کا حلقۂ یاراں ''رئیس المحققین، فخر المحدثین، مفکرِ اسلام'' کے القابات سے نوازتا ہے۔ موصوف نے اہلِ حدیث کے خلاف چند کتابیں لکھی ہیں، جن میں سے ایک کتاب ''وقفة مع اللامذهبية'' کے نام سے عربی زبان میں ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ غازیپوری نے اپنے شاگرد رضوان الرحمٰن قاسمی ''مدرّس جامعہ اسلامیہ انڈیا'' سے کروایا اور ''آئینۂ غیر مقلدیت'' کے نام سے اسے شائع کیا۔

موصوف اپنی عادتِ مالوفہ کے مطابق اس کتاب میں بھی بڑے کرّوفر اور بلند بانگ دعووں اور چیلنج بازی کے ساتھ سامنے آئے، بزعمِ خود اس کتاب میں انھوں نے اہلِ حدیث کے عقائد ''بیان فرما کر ان'' پر تبصرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راقم اس کتاب کا تفصیلی جائزہ لے رہا ہے، اور کافی کام ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے کئی خیانتیں کی ہیں۔ سرِ دست غازیپوری کی چند خیانتوں کا تذکرہ کرنا ہے، تاکہ عام قارئین اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں کہ اس کتاب میں بیان کردہ باتیں اہلِ حدیث کے عقائد ہیں؟ یا موصوف کی خیانتیں اور ہاتھ کی صفائی دکھانے میں مہارتِ تامّہ کا کھلا ثبوت؟

کون مسلمان نہیں جانتا کہ اسلام میں دیانت و امانت کا تاکیدی حکم اور خیانت کی سخت مذمت کی گئی ہے، لیکن افسوس! غازیپوری صاحب نے اس کا کوئی خیال نہ رکھا، ان کی کھلی خیانتوں کا ثبوت ملاحظہ کیجئے:

پہلی غازیپوری خیانت: غازیپوری صاحب نے اہلحدیث کو ''قبروں کا مجاور'' ثابت کرنے کے لئے (فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی پیر کے مرید) نواب وحید الزمان صاحب کے حوالے سے لکھا: ''نواب صاحب اپنی دوسری کتاب 'ھدیۃ المھدی' میں فرماتے ہیں:

''کوئی اس کا قائل نہیں ہے کہ نبی یا غیر نبی کی قبر کی مجاوری اور خدمت شرک ہے''

(آئینہ غیر مقلدیت ص ۱۵۱ بحوالہ ہدیۃ المھدی ص ۳۴)

غازیپوری صاحب نے بس اتنی بات نقل کی اور اس کے ساتھ ہی اسی صفحہ پر وحید الزمان نے یہ لکھا: ''والذین منعوا عنها انما جعلوها بدعة'' جن لوگوں نے اس سے روکا یا منع کیا، انھوں نے اسے بدعت قرار دیا۔ (ہدیۃ المھدی ص ۳۴)

لیکن غازیپوری صاحب نے یہ بات نقل نہیں کی اور ادھوری بات نقل کر کے اس سے غلط نتیجہ نکالا، نیز مزید وضاحت دوسری خیانت کے ضمن میں آئے گی۔ ان شاء اللہ

تنبیہ بلیغ: واضح رہے کہ ہمیں بھی وحید الزمان صاحب کی بہت سی باتوں سے سخت اختلاف ہے، پھر ہدیۃ المھدی اور نزل الابرار وغیرہ اہلِ حدیث کی کتابیں نہیں ہیں۔ اگرچہ وحید الزمان جیسے لاکھوں لوگ مل کر بھی کہیں کہ یہ اہلِ حدیث کے عقائد و مسائل کی کتب ہیں۔ یہ مضمون وحید الزمان کے دفاع میں نہیں، بلکہ صرف غازیپوری کی خیانتیں واضح کرنا مقصود ہے۔ دوسرے یہ کہ وحید الزمان صاحب کی کتب سے ہمیں الزام دینا باطل ہے، چونکہ ہم تو ان کتابوں کو تسلیم ہی نہیں کرتے، لیکن اختلاف کا مطلب یہ نہیں کی (آلِ دیوبند کو) خیانت کا جواز مل جائے اور جو من میں آئے، خواہ وحید الزماں نے کہا ہو یا نہ کہا ہو اُس کی طرف منسوب کر دیا جائے۔

دوسری غازیپوری خیانت: ''قبروں سے حصولِ برکت'' کے عنوان سے غازیپوری صاحب نے لکھا: ''لیکن اس کے برخلاف غیر مقلدین کے مذہب میں قبروں سے برکت حاصل کرنا جائز ہے اور سلف و خلف کا اسی پر عمل چلا آ رہا ہے، نواب وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں: ''سلف و خلف کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ وہ لوگ صلحاء کے تبرکات، مزارات، کنوؤں اور چشموں سے برکت حاصل کرتے تھے'' (آئینہ ص ۵۲ بحوالہ ہدیۃ المھدی ص ۳۴)

بس اتنی سی بات نقل کر کے غازیپوری صاحب نے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا، حالانکہ یہ اور پہلی خیانت میں مذکورہ بات پر بحث کرتے ہوئے وحید الزمان نے لکھا تھا:

"وبالجملة الأمور التي جعلها هذا القائل شركًا ليست شركًا بالله .... ولو قال أن تلك الأمور بدعة مكروهة مستحدثة ما نازعناه"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ تمام امور جنھیں اس قائل نے شرک قرار دیا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں...اور اگر اُس نے کہا ہوتا کہ یہ تمام امور بدعت، مکروہ اور من گھڑت ہیں تو ہم اس سے اختلاف نہیں کرتے'' (ھدیۃ المھدی ص ۳۵)

وحید الزمان صاحب مجاوری، مزارات وغیرہا سے حصول برکت کو بدعت قرار دینے والے سے اختلاف نہیں کرتے، لیکن غازیپوری صاحب اس بات کو بیان کئے بغیر خیانت کرتے ہوئے ادھوری بات سے اہلِ حدیث کا یہ مذہب بتلاتے ہیں کہ ان کے ہاں ''قبروں سے برکت حاصل کرنا جائز ہے'' پھر آگے اس کے خلاف عرب کے سلفی علماء کے اقوال وفتاویٰ نقل کر دیتے ہیں، جبکہ وحید الزمان تو ان امور کو ''من گھڑت، بدعت اور مکروہ'' قرار دے چکے ہیں۔ عین اسی کتاب اور اسی بحث میں غازیپوری صاحب اتنے القابات کے باوجود ایسی خیانت کے مرتکب ہیں۔

تیسری غازیپوری خیانت: ''غیر اللہ سے توسل کا عقیدہ'' اس عنوان کے تحت غازیپوری صاحب نے لکھا: ''لیکن علماء غیر مقلدین علی الاطلاق توسل کے جواز کے قائل ہیں، خواہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات سے ہو یا کسی دوسرے نبی یا ولی کی ذات سے ہو، زندگی میں ہو یا بعد وفات'' (آئینہ ص ۱۵۴)

غازیپوری نے مولانا محمد بشیر سہسوانی رحمہ اللہ سے نقل کیا:

''تیسری صورت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھتے ہوئے آپ کی ذات کو وسیلہ بنایا جائے'' (آئینہ ص ۱۶۱، بحوالہ صیانۃ الانسان ص ۲۰۴)

علی الاطلاق والی بات تو بالکل غلط ہے۔ اس کی غلطی کو واضح کرنے کے لئے خود غازیپوری کا درج ذیل بیان کافی ہے:

''سید محمد بشیر سہسوانی اپنی کتاب ''صیانة الانسان عن وسوسة الشيخ

دحلان" میں مباح وممنوع توسل کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" (آئینہ ص ۱۶۱)

جب ممنوع صورتیں بھی ہیں تو "علی الاطلاق" والی بات جو غازی پوری صاحب نے "ارشاد فرمائی" باطل ہوئی۔ پھر غازیپوری صاحب نے "صیانۃ الانسان" سے عبارت نقل کرتے ہوئے یہ خیانت کی کہ اس "تیسری صورت" کو "ذات سے وسیلہ" کی صورت قرار دے دیا، حالانکہ علامہ سہسوانی رحمہ اللہ نے خود صراحت فرمادی تھی کہ "**لکن هذا التوسل في الحقيقة هو التوسل بالأعمال الصالحة ،وإن سماه أحد توسلًا بالأنبياء والصالحين ،فلا يتغير حكمه بهذا التسمية ،فان العبرة للمسمى والمعنون لا للإسم والعنوان ۔**" لیکن یہ توسل درحقیقت اعمال صالحہ کے ساتھ توسل ہے، اگرچہ کوئی اسے انبیاء وصالحین سے توسل کا نام دے، چونکہ اعتبار مسمّٰی ومعنون کا ہوتا ہے، نہ کہ نام وعنوان کا۔ (صیانۃ الانسان ص ۲۰۵)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ دیگر اہلِ حدیث علماء کی طرح علامہ سہسوانی بھی "ذات" سے وسیلہ کے قائل نہ تھے۔ تیسری صورت کے آخر میں انھوں نے خود یہ بات واضح کردی اور واقعی کسی چیز کا دوسرا نام رکھ لینے سے حقیقت یا حکم تبدیل نہیں ہوجاتا۔ جیسے کوئی خمر (شراب) کا نام شربتِ گلاب رکھ دے تو وہ حلال نہیں ہوجائیگی اور نہ سود کا نام "نفع" رکھ دینے سے سود حلال ہوجائیگا۔

چوتھی غازیپوری خیانت: غازیپوری نے "سجدہ تعظیمی شرک نہیں" کے عنوان سے وحید الزمان کی یہ عبارت نقل کی: "اگر کوئی شخص کسی نبی یا ولی کی قبر کے پاس طواف، بوسہ، قیام، رکوع اور سجدہ جیسے افعال کرے اور نیت صاحب قبر کی تعظیم ہو نہ کہ عبادت تو صرف گنہگار ہوگا، مشرک نہیں ہوگا" (آئینہ ص ۱۶۵ بحوالہ ہدیۃ المہدی ص ۱۵)

یہاں بھی غازیپوری صاحب نے اگلی عبارت چھوڑ دی، جو یہ ہے: "**وقيل يصير مشركًا وكافرًا لان هذه الأ فعا ل عندالقبور من شعائر عُبّادالقبور فتقبيل القبر كتقبيل الصنم والثانى كفر بالاتفاق فكذا الأول وفيه مافيه**"

اور یہ بھی کہا گیا کہ مشرک اور کافر ہو جائیگا چونکہ قبروں پر یہ کام قبر پرستوں کے شعائر میں سے ہیں۔ پس قبر کا بوسہ بت کے بوسے کی طرح ہے۔ بت کا بوسہ بالاتفاق کفر ہے اسی طرح قبر کا (بھی کفر ہے) اور جو اس میں ہے وہ جو اِس میں ہے"۔

(ہدیۃ المھدی ص ۱۵، نیز دیکھئے ترجمہ ہدیۃ المھدی از صائم چشتی بریلوی رضاخانی ص ۳۷)

اب مسئلہ کی اصل نوعیت کیا ہے؟ نفیاً یا اثباتاً اس پر بحث کا غازیپوری بلکہ کوئی بھی فرد پورا حق رکھتا ہے، لیکن ادھوری بات نقل کرنا کسی بھی طرح دیانت نہیں بلکہ صریح خیانت ہے۔

پانچویں غازیپوری خیانت: "نماز کی طرح قبر پر قیام ودعا" اس سلسلے میں غازیپوری نے وحید الزمان حیدرآبادی صاحب کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھا: "جن امور میں ابن عبدالوہاب نے غلو سے کام لیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے کہا.... اگر قبر نبی کے پاس کھڑا ہونا کفر وشرک ہے تو نبی یا غیر نبی کیلئے سجدہ کرنا بدرجۂ اولی کفر وشرک ہوگا"

(آئینہ ص ۱۷۳ بحوالہ ھدیۃ المھدی ص ۳۰)

غازیپوری صاحب نے حاشیہ ۲ میں لکھا: "یہ دیکھئے کیا فرماتے ہیں نواب صاحب؟ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ نبی اور غیر نبی کے لئے سجدہ کرنا غیر مقلدین کی شریعت میں شرک نہیں بلکہ جائز ہے۔" (آئینہ ص ۱۷۳)

معلوم نہیں غازیپوری صاحب (!) کے نزدیک اللہ کے خوف کی کوئی اہمیت بھی ہے یا نہیں؟ اپنی اسی کتاب میں امانت، دیانت وصداقت کی دہائی دینے والے غازیپوری صاحب کے نزدیک واقعتاً ان چیزوں کی اہمیت ہے بھی یا نہیں؟ اور جھوٹ کی پرزور مذمت کے باوجود یہ حقیقت میں جھوٹ کو مذموم سمجھتے بھی ہیں یا نہیں؟ اس کا اندازہ ان کی دفاعِ دیوبندیت کے سلسلے میں کی جانے والی ان کوششوں سے خود لگا لیجئے۔ راقم الحروف اسے قارئین کی صوابدید پر چھوڑتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے! دیوبندیوں کے "محقق ومفکر" غازیپوری صاحب نے کیا کارنامہ انجام دیا؟! وہی اپنی پرانی و پختہ عادت کا اعادہ کرتے ہوئے ادھوری عبارت نقل کردی۔ اس سے بالکل متصل یہ بات نقل نہیں فرمائی جس میں لکھا

ہے: ''مع أن النبیؐ حین سجد له معاذ لم یأمره بتجدید الایمان بل اکتفی علی النھی فقط ولذلك اختلف العلماء فی ان السجدة لغیر اللّٰہ اذا کانت بطریق التحیة لا بطریق العبادة ھل ھی جائزة أو مکروھة أو محرمة والراجح تحریمھا فی شریعتنا ''

حالانکہ جب معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو سجدہ کیا تو آپ ﷺ نے انہیں تجدید ایمان کا حکم نہیں دیا بلکہ اس سے روکنے پر ہی اکتفا کیا۔ اسی لئے علماء کا اس مسئلہ پر اختلاف ہے کہ آیا غیر اللہ کے لئے سجدہ بطورِ تعظیم نہ کہ بطور عبادت جائز ہے یا مکروہ یا حرام؟ ہماری شریعت (اسلام) میں اس کا حرام ہونا راجح ہے۔ (ہدیۃ المھدی ص ۳۰)

کس قدر صاف اور واضح الفاظ میں وحید الزمان صاحب نے یہ بات بیان کردی کہ ہماری شریعت (اسلام) میں غیر اللہ (خواہ کتنا ہی عظیم انسان ہو، اس) کے لئے سجدہ تعظیمی کا حرام ہونا راجح ہے، عربی زبان میں کتاب لکھنے والے غازیپوری صاحب اس قدر کم علم تو نہیں کہ یہ عبارت سمجھ نہ پاتے مگر ذوقِ بہتان طرازی اور شوقِ خیانت سے مجبور ہو کر صاف صاف غلط بیانی کرتے ہوئے فرما دیتے ہیں: ''نبی وغیر نبی کے لئے سجدہ کرنا غیر مقلدین کی شریعت میں شرک نہیں بلکہ جائز ہے'' **سبحانك ھذا بھتان عظیم**

وحید الزمان حرام لکھیں، عین اُسی مقام کا حوالہ دے کر غازیپوری صاحب لکھ دیں کہ وہ تو جائز کہتے ہیں۔ المختصر کہ یہ تو وحید الزمان کا عقیدہ بھی ثابت نہیں ہوسکا، اہلِ حدیث پر اس بہتان کا ثبوت کس طرح ممکن ہے؟!

چھٹی غازیپوری خیانت: ''انبیاء وصلحاء سے استغاثہ'' کے عنوان کے تحت غازیپوری صاحب نے وحید الزمان صاحب کی ایک عبارت کچھ اس طرح نقل کی:

''یا غلبہ محبت واستغراق سے پکارے اور ندا دے اور غائب کو حاضر مان کر یوں کہے: یارسول اللہ، یا علی، یا حیدر، یا مدار، یا سالار، یا محبوب، یا غوث.... یا ایسے امور میں مدد چاہے جن پر انبیاء، اولیاء اور مردوں میں اللہ کے نیک بندے قدرت رکھتے ہیں.... یہ اور اس قسم

کے تمام امور بندے کو اسلام سے خارج نہیں کرتے'' (آئینہ ص۹-۱۷۸بحوالہ ہدیۃ المہدی ص۱۶)
اس قسم کی عبارتیں نقل کرنے سے غازیپوری کا مقصد تو یہ ہے کہ وہ اہلِ حدیث کو بریلویوں جیسے عقائد کا حامل ثابت کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ آگے چل کر غازیپوری صاحب نے لکھا:
''کوئی بتائے تو سہی کہ آج کے غیر مقلدوں اور قبر پرست بریلویوں میں ادنیٰ سا بھی فرق ہے؟ استعانت لغیر اللہ میں یہ لوگ رضاخانیوں سے ایک انچ بھی پیچھے ہیں'' (آئینہ ص۱۸۲)
عرض ہے کہ اس بات کا فیصلہ اگر دیوبندیوں کے ''رئیس المحققین'' کی محققانہ کھلی خیانتوں، چیرہ دستیوں اور بے اصولیوں کے مطابق ہونا ہوتا تو پھر ایک انچ تو کیا انچ کے نقطے جتنا فرق بھی ثابت کرنا محال ہوتا، لیکن ان کی بدقسمتی کہ حقائق کی دنیا میں ایسا ثابت کر دینا ناممکن وامر محال ہے۔ **فللّٰہ الحمد علی ذلك.**
آیئے موصوف کی خیانت کا نظارہ کرتے ہیں۔ غازیپوری صاحب نے یہ عبارت درمیان سے نقل کرنا شروع کی اس سے پہلے کی عبارت چھوڑ دی جو یہ ہے:
''وهناك شرك أصغر وهي عبارة عن أفعال شركية تشبه افعال المشركين كالحلف بغير اللّٰه عادةً أو تسمية الأولاد عبد الحسين أو غلام علي أو عبدالنبي أودعاء غير اللّٰه تعالٰی بغلبةالحب والاستغراق دعاء لغويا بمعنى النداء وتنزيل الغائب منزلة الحاضر ''إلخ
ایک قسم شرک اصغر بھی ہے اس سے مراد شرکیہ افعال ہیں (جو) مشرکین کے مشابہ ہیں جیسے عادۃً غیر اللہ کی قسم کھانا یا اولاد کا نام عبدالحسین یا غلام علی یا عبدالنبی رکھنا یا غلبہ محبت واستغراق سے غیر اللہ کو پکارنا۔ لغوی طور پر نداء کے معنی میں (ہدیۃ المہدی ص۱۶)
آگے وہی غازیپوری صاحب والی عبارت ہے۔
اس سے واضح ہوتا ہے کہ نواب صاحب تو ان امور کو ''شرک اصغر'' کی مثالیں دیتے ہوئے بیان کر رہے ہیں۔
کاش غازیپوری صاحب اپنی عادتِ خیانت سے اجتناب فرماتے ہوئے، انصاف

اور سچائی کے ساتھ جواب دینے پر آمادہ ہو کر بتائیں کہ کیا بریلوی بھی "یا علی، یا حیدر، یامدار، یاسالار یاغوث" کے نعرے لگانے کو "شرک اصغر" بتلاتے ہیں؟

کیا واقعی غازیپوری صاحب "بریلویت" سے اس قدر بے خبر ہیں کہ انھیں یہ تک معلوم نہیں کہ بریلویہ کے "مجدد" صاحب اپنے آپ کو "عبدالمصطفی" کہا کرتے تھے؟

یا اہلِ حدیث کی عداوت و بغض نے انھیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیا؟ آپ کو وحید الزمان یا کسی بھی عالم سے اختلاف کا حق ہے اور کسی کے بھی نظریات و مسائل کا رد کرنے کا بھی حق حاصل ہے لیکن کیا یوں صاف دروغ گوئی کا بھی حق رکھتے ہیں جناب؟ بہر حال غازیپوری صاحب نے نواب صاحب کی عبارت کو غلط رنگ میں پیش فرما کر صریح خیانت کا ارتکاب کیا۔

ساتویں غازیپوری خیانت: قارئین کرام! زحمت کی معذرت ذرا "چھٹی غازیپوری خیانت" واضح کرنے کے لئے نقل کی گئی غازیپوری صاحب کی عبارت دوبارہ ملاحظہ کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ درمیان میں دو جگہ عبارت چھوڑی گئی ہے۔ جسے چھوٹے چھوٹے نقطوں کے ذریعے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اگر اس طرح کے عمل سے محض اختصار مطلوب ہو اور کسی کی عبارت کو غلط رنگ دینا اور اس سے غلط نتائج اخذ کرنا مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔ اہلِ حدیث، دیوبندی اور دیگر اہلِ قلم ایسا کرتے بھی ہیں، لیکن اس سے اگر کسی کی بات تبدیل ہو جائے یا اُس سے غلط نتیجہ برآمد ہو تو ایسی صورت کو کوئی منصف مزاج درست نہیں کہہ سکتا۔ اس قسم کی عبارتیں نقل کرنے سے غازیپوری صاحب کا کیا مقصد ہے یہ تو سطورِ گزشتہ میں بیان ہو چکا۔ غازیپوری صاحب کی چھوڑی ہوئی دونوں جگہوں پر کلام کی گنجائش موجود ہے، لیکن آپ دوسری جگہ سے چھوڑی ہوئی عبارت ملاحظہ کیجئے، ان کی خیانت کی ایک اور مثال سامنے آجائے گی۔ وہ عبارت درج ذیل ہے:

"مع الاعتقاد بأنهم لا يغيثون ولا يعينون أحدًا بقدرتهم واختيارهم بل إذا أراد الله وقضى وبغى أن يأخذ هذا العمل منهم وهم كالات والأدوية في يد الله سبحانه فكما لا ينفع الدواء ولا يؤثر إلا بحكم الله وقضائه كذلك هم

لایقدرون علی شئی ولا یعینون اعانۃ خطیرۃ او یسیرۃ إلا إذا أراداللّٰہ سبحانہ وقضی أن یأخذ ھذا العمل منھم فھذا وأمثالہ لا یُخرِجُ المرء من الإســـــلام" اس عقیدے کے ساتھ نداء کرے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی فریادرسی اور اعانت اپنی قدرت واختیار سے نہیں کرتے بلکہ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے اور یہ فیصلہ کرتا ہے کہ یہ کام ان سے لے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں آلات وادویات کی طرح ہیں تو جیسے دوا نفع نہیں دے سکتی اور اثر نہیں کرسکتی سوائے یہ کہ اللہ کا حکم وقضا ہو، اسی طرح یہ (نیک لوگ) کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی بڑی یا چھوٹی اعانت کرسکتے ہیں الاّ یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارادہ وفیصلہ فرمادے کہ یہ کام اس سے لے لے تو یہ اور اس طرح کے امور آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتے۔ (ہدیۃ المھدی ص۱۶)

بریلوی اس اعتقاد کے ساتھ ایسی پکار کو شرک اصغر نہیں سمجھتے بلکہ بالکل جائز سمجھتے ہیں جبکہ نواب وحید الزمان اس اعتقاد کے ساتھ پکارنے کو شرک اصغر قرار دیتے ہیں چونکہ شرک اصغر کی مثالیں دیتے ہوئے ان باتوں کو بیان کیا ہے۔ اور ان امور کو منجملہ مشرکین کے افعال اور شرک کے مشابہ قرار دیتے ہیں، جس سے واضح ہوتا ہے کہ جواز کے قائل ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن غازیپوری صاحب اسے کسی اور ہی رنگ میں پیش کرگئے۔

آٹھویں غازیپوری خیانت: اس عبارت کے سلسلے میں غازیپوری صاحب کی تیسری خیانت یہ کہ موصوف نے اس کا بعد والا حصہ بھی ذکر نہیں کیا جو یہ ہے:

"إلا أن بعض تلک الأفعال مکروہ وبعضھا حرام بشرط أن یکون فاعلھا مصونًا عن سائر أقسام الشرک الأکبر مذعنًا لتوحید اللّٰہ تعالیٰ فی ذاتہ وصفاتہ واستحقاق العبادۃ" مگر یہ کہ ان میں سے بعض افعال مکروہ ہیں اور بعض حرام بشرطیکہ ان (مکروہ وحرام امور) کا مرتکب شرک اکبر کی تمام اقسام سے محفوظ ہو اور ذات وصفات میں اور عبادت کے مستحق جاننے میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا مطیع وفرمانبردار ہو" (ہدیۃ المھدی ص۱۶)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ یا حیدر، یامدار، یاغوث وغیرہ سے نداء کرنا وحید الزمان کے نزدیک بھی جائز نہیں اور وہ تو اس پر بحث کر رہے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو کارساز جان کر انھیں غلبۂ محبت سے لغوی طور پر پکارے، دعائیہ پکار نہ ہو تو یہ حرام یا مکروہ ہے، لیکن ایسا شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ غازیپوری صاحب اور ان جیسے ان کے ساتھی اصل بات چھپا کر درمیان والی بات پیش کر دیتے ہیں اور اس پر ''انبیاء وصلحاء سے استغاثہ'' کا عنوان قائم کر دیتے ہیں، پھر اپنے ٹیڑھے پیمانوں سے یہ ناپنا شروع کر دیتے ہیں کہ بریلویوں سے ایک انچ بھی فرق نہیں ہے؟ تو ایسا صرف ان کی خیانت کی وجہ سے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔!

اگر یہ دیانت داری سے بتا دیں کہ ان کے نزدیک بھی حرام یا مکروہ ہے، پھر اپنا اعتراض بتادیں کہ اسے صرف حرام سمجھنا کافی نہیں وغیرہ وغیرہ، تو یہ علیحدہ بحث ہے اور اس کی مکمل گنجائش موجود ہے، لیکن خیانت کی قطعاً نہیں۔

نویں غازیپوری خیانت: ''سماعِ موتی'' کی بحث میں نواب وحید الزمان کی عبارت نقل کرتے ہوئے غازیپوری صاحب نے لکھا: ''آخر میں چلتے چلتے بریلویوں کے شانہ بشانہ ہو ہی گئے، دل کی بات زبان پر آ ہی جاتی ہے، فرماتے ہیں: ''اگر کسی شخص کا یہ گمان ہو کہ نبی، علی، یا کسی ولی کا سماع عامۃ الناس کے سماع سے کہیں زیادہ وسیع ہے، اور یہ حضرات کسی ملک یا پوری دنیا کے تمام علاقوں کی پکار سُن سکتے ہیں تو یہ گمان شرک نہیں ہوسکتا [2]''

(آئینہ ص ۱۹۳ بحوالہ ہدیۃ المھدی ص ۲۵)

یہ حوالہ نقل کرتے ہی حاشیہ [2] میں غازیپوری صاحب نے زوردار تبصرہ بھی ''فرما'' دیا اور لکھا: ''اس ضلالت کی بھی کوئی انتہا ہے؟'' اب اصل حقیقت ملاحظہ کیجئے: ''تو یہ گمان شرک نہیں ہوسکتا'' کے بعد وحید الزمان صاحب نے ''لأن'' کہہ کر اپنے اس فیصلہ کے بزعم خویش دلائل نقل کیے پھر لکھا: ''**أما اعتقاده هذا في حق نبي أو ولي أو غوث غلط وسفه لأنه لم يأت فيه بنص من الشارع فافهم**'' ''رہا کسی نبی علیہ السلام یا ولی اور غوث کے حق میں یہ عقیدہ رکھنا (تو) یہ غلط ہے اور حماقت ہے، چونکہ اس کے بارے میں شارع کی

کوئی نص (دلیل) نہیں آئی۔ پس سمجھ لو" (ہدیۃ المھدی ص ۲۶)

وہ تو اس عقیدے کو غلط قرار دے رہے ہیں اور حماقت قرار دے رہے ہیں، لیکن دیوبندی "رئیس المحققین" صاحب اپنی "محققانہ" خیانت سے اس بات کا ذکر تک نہیں کرتے۔ بلکہ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کا مصداق بنتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "اس ضلالت کی بھی کوئی انتہا ہے"؟ کوئی ان سے پوچھے کہ جناب آپ کی "خیانتوں کی بھی کوئی انتہا ہے؟"

درحقیقت وحید الزمان نے اس ظن وگمان کو "غلط اور حماقت" قرار دیا۔ اس کے باوجود غازیپوری صاحب ان کی بات کو "ضلالت" یعنی گمراہی قرار دے رہے ہیں، کوئی ان سے یہ بھی پوچھے کہ "جناب! کہیں آپ کے نزدیک یہ عین ہدایت تو نہیں"؟ پھر اسی خیانت کے بل بوتے پر جناب نے یہ تک لکھ ڈالا کہ "اس عقیدہ میں شیعیت کی بو آ رہی ہے کیونکہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی کو وہی علم وقدرت، تصرف اور عصمت حاصل ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔" (آئینہ ص ۱۹۳ حاشیہ ۱)

بصد معذرت عرض ہے جناب! اپنی ناک صاف کر لیجئے بو نہیں آئے گی۔ جب تک خیانت کی عادت سے باز نہیں آئیں گے ایسی بو آتی رہے گی۔ وہ تو صرف بطورِ مثال سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کر رہے ہیں کہ اگر کوئی ان کے متعلق یہ گمان کرے.... پھر اس گمان کو غلط بھی قرار دے رہے ہیں، لیکن غازیپوری صاحب کو "بو" ہی آتی رہے تو کم از کم اس معاملہ میں وحید الزمان کا کیا قصور! امید ہے کہ جناب اپنی ناک صاف فرما لیں گے اور خیانتوں سے باز آجائیں گے۔ آخر یوم الحساب کو رب کے حضور بھی پیش ہونا ہے۔

المختصر یہ کہ نہ تو یہ وحید الزمان کا عقیدہ ہے اور نہ اس مسئلہ میں وہ "بریلویوں کے شانہ بشانہ ہو گئے" بلکہ یہ محض غازیپوری خیانت ہے بس! افسوس کہ ایسی ہی بے اصولیوں اور خیانتوں کے ذریعے سے موصوف نے اہلِ حدیث کو شیعہ اور بریلویوں کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ اہلِ حدیث تو ان کتب کو مانتے ہی نہیں!

[باقی آئندہ شمارے میں، ان شاء اللہ]

حافظ زبیر علی زئی

امام ابوبکر بن ابی داود السجستانی رحمہ اللہ

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

اس مختصر اور جامع مضمون میں امام ابوبکر عبداللہ بن ابی داود السجستانی رحمہ اللہ کی سیرت اور جرح وتعدیل کے لحاظ سے علمی مقام پیشِ خدمت ہے:

نام ونسب: حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی داود: سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن عمرو بن عمران السجستانی الازدی۔

ولادت: ۲۳۰ھ، بمقام سجستان

شیوخ یعنی اساتذہ: محمد بن اسلم الطوسی، محمد بن بشار: بندار، محمد بن المثنیٰ، محمد بن یحییٰ الذہلی، احمد بن الازہر النیسابوری، احمد بن صالح المصری، ابوالطاہر عمرو بن السرح، نصر بن علی الجہضمی، ربیع بن سلیمان، یعقوب بن سفیان الفارسی، اسحاق بن منصور الکوسج اور عمرو بن علی الفلاس وغیرہم۔ رحمہم اللہ

تلامیذ: ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی، ابوحفص ابن شاہین، ابوالحسن الدارقطنی، ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی، ابواحمد الحاکم، محمد بن عبدالرحمٰن المخلص اور دعلج بن احمد وغیرہم۔ رحمہم اللہ

جارحین اور جرح: آپ کی توثیق وتضعیف کے بارے میں محدثین کرام کے درمیان اختلاف تھا، لیکن جمہور نے آپ کی توثیق کی ہے۔ موثقین اور توثیق سے پہلے جارحین اور جرح درج ذیل ہے:

۱) یحییٰ بن محمد بن صاعد نے کہا: "کفانا ما قال أبوہ فیہ" ہمارے لئے وہی کافی ہے جو اس کے باپ نے اس کے بارے میں کہا ہے۔ (الکامل لابن عدی ۴/۱۵۷۷)

عرض ہے کہ ابن ابی داود اور ابن صاعد کے درمیان سخت مخالفت تھی بلکہ ابن ابی داود

نے امام ابن صاعد کے بارے میں کہا: " **الکذاب علی رسول اللہ ﷺ** "

(تاریخ دمشق ۵۸/۳۱ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۸۴/۲۹)

مخالفین اور دشمنوں کی ایک دوسرے پر جرح اس وقت خاص طور پر مردود ہوتی ہے جب مقابلے میں مضبوط توثیق موجود ہو، لہٰذا دونوں کی ایک دوسرے پر جرح مردود ہے۔

دوسرے یہ کہ ابن صاعد نے یہ نہیں بتایا کہ ابن ابی داود کے والد نے ان کے بارے میں کیا کہا تھا؟

۲) امام ابوداود السجستانی نے کہا: " **و من البلاء أن عبد اللہ یطلب القضاء** "

اور یہ آزمائش میں سے ہے کہ (میرا بیٹا) عبداللہ قاضی بننے کا طلب گار ہے۔

(الکامل لابن عدی ۱۵۷۸/۴، دوسرا نسخہ ۴۳۶/۵ وسندہ صحیح)

یہ کوئی جرح نہیں بلکہ عہدۂ قضا کے ساتھ اظہارِ ناپسندیدگی ہے۔

☆ امام ابن عدی نے علی بن عبداللہ الداھری (؟) سے نقل کیا، اس نے احمد بن محمد بن عمرو بن عیسیٰ کُرکریا کُرکُرہ (؟) سے نقل کیا، اس نے علی بن الحسین بن جنید سے، انھوں نے کہا: میں نے ابوداود السجستانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرا یہ بیٹا عبداللہ کذاب ہے۔

(الکامل لابن عدی ۱۵۷۷/۴، تاریخ دمشق ۹۵/۳۱، دوسرا نسخہ ۸۶/۲۹)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

۱: علی بن عبداللہ الداھری کی توثیق نامعلوم ہے۔

۲: کرکرہ کی توثیق نامعلوم ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے اس مقام کے علاوہ داھری اور ابن کرکرہ کا ذکر کہیں نہیں ملا... اور ہم اس کی سند کو ثابت نہیں سمجھتے۔ (التنکیل ۲۹۸/۱ ت ۱۲۳)

ذہبی نے بھی " إن صح " کہہ کر اس قول کے مشکوک ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔

(دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۷۷۲/۲ ت ۷۶۸)

نیز فرمایا: " **و لعل قول أبي داؤد لا یصح سندہ ...** " اور ہو سکتا ہے کہ ابوداود کے

قول کی سند صحیح نہ ہو۔ (تاریخ الاسلام ۲۳/ ۵۱۸)

ثابت ہوا کہ امام ابن ابی داود کے بارے میں یہ پروپیگنڈا کرنا کہ ان کے والد امام ابوداود نے انھیں کذاب کہا تھا، باطل ومردود ہے۔

☆ امام ابن عدی نے موسیٰ بن القاسم بن موسی بن الحسن بن موسیٰ الاشیب (ثقہ) سے نقل کیا: " **حدثني أبو بكر قال: سمعت إبراهيم الأصبهاني يقول: أبو بكر بن أبي داود كذاب** " مجھے ابوبکر نے حدیث بیان کی، کہا: میں نے ابراہیم الاصبہانی کو کہتے ہوئے سنا: ابوبکر بن ابی داود کذاب ہے۔

(الکامل ۴/ ۱۵۷۷، دوسرا نسخہ ۵/ ۴۳۶، تاریخ دمشق ۳۱/ ۵۹ وعندہ: ابن بکر، دوسرا نسخہ ۲۹/ ۸۶)

اس روایت کا راوی ابوبکر یا ابن بکر نامعلوم ہے، لہٰذا یہ جرح بھی ثابت نہیں ہے اور امام ابن عدی کا ان دو غیر ثابت جرحوں کی بنیاد پر لکھنا کہ " **قد تكلم فيه أبوه و إبراهيم الأصبهاني** " اور ان کے بارے میں اُن کے والد اور ابراہیم اصبہانی نے کلام کیا ہے۔ (الکامل ۴/ ۱۵۷۸، دوسرا نسخہ ۵/ ۴۳۷) بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا، کیونکہ غیر ثابت بات کو بطورِ جزم بیان کرنا غلط ہے۔

علامہ معلمی نے بھی اس جرح کے ثبوت میں شک کا اظہار کیا ہے۔ (دیکھئے التنکیل ۱/ ۳۰۰)

۳) امام عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی (ثقہ عند الجمہور) نے ابن ابی داود کے رقعے کے جواب میں کہا: " **أنت والله عندي منسلخ من العلم .** "

اللہ کی قسم! تم میرے نزدیک علم سے عاری ہو۔ (الکامل لابن عدی ۴/ ۱۵۷۸)

☆ علی بن عبداللہ الداھری نے کہا کہ میں نے رَے میں ابن ابی داود سے حدیث الطیر کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: اگر حدیث الطیر (پرندے والی حدیث) صحیح ہو تو پھر نبی کی نبوت باطل ہو جاتی ہے... الخ (الکامل ۴/ ۱۵۷۸)

اس قول کا راوی الداھری مجہول ہے، لہٰذا یہ قول باطل ومردود ہے۔

حدیث الطیر سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک پرندے کا گوشت (لایا گیا)

تھا تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! اس آدمی کو میرے پاس لے آ جو تیرے نزدیک اپنی مخلوق میں سب سے محبوب ہو، وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔

پھر علی (رضی اللہ عنہ) آئے اور انھوں نے آپ کے ساتھ اس گوشت میں سے کھایا۔

(سنن ترمذی: ۳۷۲۱ وقال: "غریب" تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۹۲/۴۵، دوسرا نسخہ ۲۵۴/۴۲ من طریق الدارقطنی وسندہ حسن)

مسند ابی یعلیٰ کے کسی نسخے میں اس کا ایک حسن لذاتہ شاہد بھی ہے۔

(دیکھئے البدایہ والنہایہ ۳۶۳/۷، دوسرا نسخہ ۵۷۹/۷)

اس روایت کی بعض سندوں میں آیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے (خلاف واقعہ) کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مصروف ہیں۔ الخ

(المستدرک ۱۳۰/۳۔ ۱۳۱ ح ۴۶۵۰ وقال الحاکم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين!)

اس کا راوی محمد بن احمد بن عیاض بن ابی طیبہ مجہول ہے اور اکیلے حاکم کی تصحیح یہاں مفید نہیں ہے۔

☆ محمد بن ضحاک بن عمرو بن ابی عاصم النبیل نے محمد بن یحییٰ بن مندہ سے نقل کیا، انھوں نے ابوبکر بن ابی داود سے نقل کیا: زہری نے عروہ سے روایت بیان کی: "كانت قد حفيت أظافير علي من كثرة ما كان يتسلّق على أزواج رسول الله ﷺ" علی (رضی اللہ عنہ) کے ناخن گھس گئے، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے پاس بہت زیادہ آتے جاتے تھے۔ (الکامل ۱۵۷/۴)

اس روایت میں محمد بن ضحاک راوی (متوفی ۳۱۳ھ) کا ذکر تاریخ بغداد (۳۷۶/۵ ت ۲۹۰۱) میں ہے، لیکن توثیق نامعلوم ہے۔

اگر یہ روایت ثابت بھی ہوتی تو ابن ابی داود پر کوئی جرح نہیں تھی بلکہ ابن ابی داود اور زہری کے درمیان سند معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

☆ قاضی احمد بن عمر بن علی نے کہا: میں نے محمد بن عبداللہ بن ایوب القطان کو کہتے ہوئے

سنا کہ محمد بن جریر الطبری کے پاس تھا جب ایک آدمی نے انھیں کہا: ابن ابی داود لوگوں کے سامنے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے فضائل پڑھ رہے ہیں، تو ابن جریر نے کہا:

"تکبیرة من حارس" چوکیدار کی تکبیر [اللہ اکبر] (تاریخ بغداد ۹/۴۶۷ ت ۵۰۹۵)

اس روایت کے پہلے راوی احمد بن عمر بن علی (متوفی ۴۲۹ھ) کا ذکر تاریخ بغداد میں ہے۔ (۴/۲۹۵ ت ۲۰۶۱)

لیکن توثیق معلوم نہیں ہے۔ نیز دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی (۲۹/۲۵۰)

دوسرے راوی محمد بن عبداللہ بن ایوب کے بارے میں امام ازہری نے فرمایا: ابوجعفر الطبری سے اس کا سماع صحیح تھا، لیکن وہ خبیث مذہب والا رافضی تھا۔

قاضی ابوبکر محمد بن عمر الداوودی نے کہا: وہ صحیح سماع والا، ثقہ تھا۔ اس کے بعد انھوں نے اسے تفضیل علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا اور اس کی رافضیت سے لاعلمی کا اظہار کیا۔

(تاریخ بغداد ۵/۴۶۵ ت ۳۰۰۷، توفی ۳۷۸ھ)

ذہبی نے کہا: "رافضی معثّر" غلط کار رافضی۔

(میزان الاعتدال ۳/۶۰۶ وعندہ "خ ت" وھو خطأ مطبعي، المغنی فی الضعفاء ۲/۳۳۲ ت ۵۷۲۰)

معلوم ہوا کہ یہ کلام احمد بن عمر بن علی کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں، دوسرے یہ کہ "تکبیرة من حارس" جرح نہیں ہے۔ دیکھئے التنکیل (۱/۲۹۹)

☆ ابن عدی نے کہا کہ وہ شروع میں ناصبیت کی کسی چیز کی طرف منسوب کئے گئے تھے اور ابن فرات نے انھیں بغداد سے واسط کی طرف نکال بھیجا تھا اور علی بن عیسیٰ نے انھیں واپس بلا لیا جب انھوں نے فضائل علی ظاہر کئے اور حنبلی ہو گئے۔

(الکامل ۴/۱۵۷۸، دوسرا نسخہ ۵/۴۳۷)

عرض ہے کہ منسوب کرنے والے کا کوئی اتا پتا نہیں، لہٰذا یہ مجہول کی جرح ہے اور مردود ہے۔

تنبیہ: یہاں حنبلی ہونے سے مراد مقلد ہونا نہیں، بلکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے

عقیدے پر ہونا ہے اور آگے آرہا ہے کہ امام ابوبکر بن ابی داود اہلِ حدیث میں سے تھے۔

(دیکھئے ملفوظات، قصیدے کے شعر نمبر ۴۰ کے بعد)

موثقین اور توثیق: اب ثابت شدہ توثیق مع حوالہ جات درج ذیل ہے:

۱) حافظ ابن عدی نے کہا: **"وھو مقبول عند أصحاب الحدیث"**

اور وہ اہلِ حدیث کے نزدیک مقبول ہیں۔ (الکامل ۴/۱۵۷۸، دوسرا نسخہ ۵/۴۳۷)

۲) حافظ ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں کئی روایتیں ابوبکر بن ابی داود سے بیان کیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اُن کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے۔

دیکھئے الاحسان: ۲۸۰، ۹۸۱ دوسرا نسخہ ۹۸۵، ۵۵۲۸ دوسرا نسخہ ۵۵۵۴، ۵۷۳۳ دوسرا نسخہ ۵۷۶۳، ۶۶۸۲ دوسرا نسخہ ۶۷۱۷، ۷۴۰۷ دوسرا نسخہ ۷۴۵۰

۳) امام دارقطنی نے ابوبکر عبداللہ بن ابی داود کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں فرمایا: **"ھذا إسناد صحیح ثابت"** (سنن دارقطنی ۱/۳۴۵۔۳۴۶ ح ۱۲۹۴)

اور ایک دوسری روایت (جس میں ابن ابی داود بھی راوی ہیں) کے بارے میں فرمایا: **"کلھم ثقات"** سارے راوی ثقہ ہیں۔ (سنن دارقطنی ۲/۲۴۔۲۵ ح ۱۶۳۴)

معلوم ہوا کہ امام دارقطنی کے نزدیک ابن ابی داود ثقہ اور صحیح الحدیث تھے۔

تنبیہ: ابوعبدالرحمٰن السلمی (صوفی) نے امام دارقطنی سے نقل کیا کہ وہ (ابن ابی داود) ثقہ ہیں لیکن حدیث پر کلام کرنے میں بہت زیادہ غلطی کرنے والے ہیں۔ (سوالات السلمی: ۲۴۲)

یہ جرح اس وجہ سے ضعیف ومردود ہے کہ سُلمی بذاتِ خود مجروح اور ضعیف راوی ہے۔

۴) امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی نے صحیح ابی عوانہ میں ابن ابی داود سے روایت لی ہے۔ (المستخرج نسخہ مرقمہ ج ۴ ص ۲۰۷ ح ۶۵۵۴ قبل مبتدأ کتاب الاشربہ)

معلوم ہوا کہ وہ ابوعوانہ کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے۔

۵) حاکم نیشاپوری نے ابن ابی داود کی بیان کردہ ایک حدیث کو **"صحیح علی شرط مسلم"** کہا۔ (المستدرک ۲/۴۹ ح ۲۳۰۶)

۶) ابونعیم الاصبہانی نے المستخرج علیٰ صحیح مسلم میں اُن سے روایت لی۔ (۱/۲۴۵ ح ۴۵۲)
اور فرمایا: وہ فنونِ علم، حافظے، عقل مندی اور فہم میں بہت رسوخ رکھتے تھے، اس وجہ سے لوگوں کی ایک جماعت نے ان سے حسد کیا۔ الخ

(اخبار اصبہان ۲/۲۱۱ ترجمۃ محمد بن عبداللہ بن الحسن بن حفص الہمدانی)

۷) حافظ ذہبی نے کہا: " **الحافظ الثقة صاحب التصانيف** " (میزان الاعتدال ۲/۴۳۳)
اور " صح " کی رمز درج کی، جس کا مطلب یہ ہے کہ ذہبی کے نزدیک ابن ابی داود پر جرح مردود ہے اور حکم ان کی توثیق پر ہی جاری ہے۔

(دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۳، ص ۱۸۲۔۱۸۳)

ذہبی نے کہا: " **ثقة كذبه أبوه ...** " وہ ثقہ ہیں، ان کے والد نے انھیں جھوٹا کہا... (المغنی فی الضعفاء ۱/۵۴۲ ت ۳۲۰۷)

عرض ہے کہ ابن ابی داود کے والد کی طرف سے انھیں جھوٹا کہنا بالکل ثابت نہیں اور عبارتِ مذکورہ میں ذہبی کی توثیق ثابت ہے۔

۸) خطیب بغدادی نے ابن ابی داود کے بارے میں فرمایا:
" **وكان فهمًا عالمًا حافظًا** " اور وہ سوجھ بوجھ والے عالم (اور) حافظ تھے۔

(تاریخ بغداد ۹/۴۶۴)

۹) حافظ ابوالفضل صالح بن احمد بن محمد بن احمد بن صالح الہمدانی نے فرمایا:
وہ عراق کے امام ہیں، مختلف علاقوں میں انھوں نے علم سکھایا، سلطان نے اُن کے لئے ان کے فضل و معرفت کی وجہ سے منبر رکھوایا تھا، پھر انھوں نے اس پر حدیثیں بیان کیں...ان کے زمانے میں عراق میں کئی شیوخ ایسے تھے جو ان سے عالی سندیں بیان کرتے تھے مگر مہارت اور ثقہ ہونے میں جو ان کا مقام ہے ان شیوخ میں سے کوئی بھی پہنچ نہیں سکا۔

(تاریخ بغداد ۹/۴۶۵۔۴۶۶ وسندہ صحیح)

۱۰) امام حسن بن محمد الخلال نے فرمایا: ابوبکر بن ابی داود اپنے والد سے بڑے حافظ تھے۔

(تاریخ بغداد ۹/ ۴۶۶ وسندہ صحیح)

۱۱) ابوبکر بن محمد بن عبیداللہ (صح) بن محمد بن الفتح الصیر فی (متوفی ۳۷۸ھ) نے کہا:
تین لاکھ سے زائد لوگوں نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی، آپ کا جنازہ چار مقامات پر پڑھا گیا
..." **و كان زاهدًا عالمًا ناسكًا رضي الله عنه و أسكنه الجنة برحمته**"
آپ زاہد، عالم دیندار تھے۔ اللہ آپ سے راضی ہو اور اپنی رحمت کی وجہ سے آپ کو جنت میں سکونت نصیب فرمائے۔ (تاریخ بغداد ۹/ ۴۶۸)

۱۲) امام ابن شاہین نے ابن ابی داود کو کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (ص ۲۳۹ ت ۱۳۶۸)

۱۳) علامہ ابن الجوزی نے کہا: "**إمام كبير، مصنف مقبول، إلا ...**"
وہ بڑے امام، مقبول مصنف تھے مگر... (کتاب الضعفاء والمتروکین ۲/ ۱۲۶ ت ۲۰۴۰)

إلا کے بعد ابن الجوزی نے امام ابوداود اور ابراہیم الاصبہانی کی جرح نقل کی ہے جو ثابت ہی نہیں، لہٰذا مگر کے بعد والا سارا حوالہ مردود ہے۔

۱۴) امام ابوالخیر محمد بن محمد الجزری (متوفی ۸۳۳ھ) نے کہا: "**ثقة كبير مأمون**"
(غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ۱/ ۴۲۰ ت ۱۷۷۹)

۱۵) ابن عساکر نے ابن ابی داود کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں کہا:
"**هذا حديث حسن صحيح**" (معجم شیوخ ابن عساکر ۲/ ۶۷۸ ح ۹۶۰)

۱۶) حافظ ابویعلیٰ الخلیلی نے کہا: "**الحافظ، الإمام ببغداد في وقته؛ عالم متفق عليه، إمام ابن إمام ...**" (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۲/ ۶۱۰ ت ۳۳۱)

۱۷) حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی (متوفی ۸۴۲ھ) نے عبداللہ بن ابی داود کے بارے میں کہا: "**و كان إمامًا علامة جليلاً، حافظًا متقنًا نبيلاً**" آپ امام جلیل القدر علامہ تھے، حافظ ثقہ شریف تھے۔ (التبیان لبدیعۃ البیان ۲/ ۹۰۶ ت ۷۳۵)

۱۸) مورخ ابن خلکان نے کہا: "**من أكابر الحفاظ ببغداد، عالمًا متفقًا عليه، إمام ابن إمام**" وہ بغداد میں اکابر حفاظ میں سے، عالم تھے آپ پر اتفاق ہے، امام ابن

امام تھے۔ (وفیات الاعیان ۲/ ۴۰۵ ت ۲۷۲)

۱۹) ابن العماد الحنبلی نے کہا: " **و كان ... من أكابر الحفاظ ببغداد عالمًا متفقًا عليه إمامًا ابن إمام ...** " (شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۶۸)

۲۰) ابوالشیخ الاصبہانی نے کہا: " **و كان من العلماء الكبار ...** "

(طبقات المحدثین باصبہان ۴/ ۲۰۳ ت ۳۷۰)

۲۱) امام بیہقی نے ابن ابی داود کے بارے میں فرمایا: " **أحد حفاظ عصره و علماء دهره** " وہ اپنے زمانے کے حفاظ اور علماء میں سے ایک تھے۔

(دلائل النبوۃ ۶/ ۴۰ ح ۲۲۸۴ باب ماتی کلام الذئب)

۲۲) امام ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل رحمہ اللہ نے ابن ابی داود کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں فرمایا: " **هذا حديث صحيح** " (الاحادیث المختارہ ۷/ ۶ ح ۲۳۸۶)

۲۳) ضیاء مقدسی نے المختارہ میں ابن ابی داود سے روایت لی۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ: ۲۲)

۲۴) قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلی الحنبلی نے کہا: " **و كان فهمًا عالمًا حافظًا** "

(طبقات الحنابلہ ۲/ ۵۱ ت ۵۹۵)

۲۵) محمد بن علی بن احمد الداودی (متوفی ۹۴۵ھ) نے کہا: " **و برع و ساد الأقران** " اور آپ ماہر ہوئے اور اپنے دور کے لوگوں کے سردار بن گئے۔

(طبقات المفسرین ص ۱۶۶ ت ۲۲۲)

مذکورہ اقوال میں بعض صرف تعریفی کلمات ہیں، صریح توثیقات نہیں، لیکن عام اقوال وحوالے توثیقات والے ہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ امام ابوبکر عبداللہ بن ابی داود سلیمان بن الاشعث السجستانی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث اور حسن الحدیث راوی ہیں۔ والحمدللہ

جمہور کی توثیق کے بعد ان پر بعض علماء مثلاً ابن صاعد وغیرہ کی جرح مردود ہے۔

فائدہ: امام ابن ابی داود کا بہترین دفاع متاخرین میں سے ذہبیٔ عصر امام عبدالرحمٰن بن

یحییٰ المعلمی الیمانی رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب: التنکیل میں کیا ہے۔

تصانیف: امام ابن ابی داود نے بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

۱: کتاب المصاحف (مطبوع)

۲: کتاب البعث (مطبوع)

۳: مسندِ عائشہ (مطبوع)

۴: کتاب المصابیح فی الحدیث

۵: کتاب فضائل القرآن

۶: کتاب الناسخ والمنسوخ

۷: کتاب التفسیر، وغیرہ

حافظہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم الشان حافظہ عطا فرمایا تھا:

۱: احمد بن ابراہیم بن شاذان (ثقہ) سے روایت ہے کہ ابوبکر بن ابی داود عمرو بن اللیث کے دَور میں بجستان (اصبہان) گئے تو اصحابِ حدیث ان کے پاس اکٹھے ہو گئے اور کہا کہ انھیں حدیثیں بیان کریں، ابن ابی داود نے انکار کر دیا اور کہا: میرے پاس کتاب نہیں ہے۔ انھوں نے کہا: ابن ابی داود ہوں اور کتاب؟

ابوبکر بن ابی داود نے کہا: پس انھوں نے جوش دلا کر مجھے مجبور کر دیا تو میں نے اپنے حافظے سے انھیں تیس ہزار حدیثیں سنائی، جب میں بغداد آیا تو بغدادیوں نے کہا: ابن ابی داود بجستان (اصبہان) گئے اور لوگوں کے ساتھ تماشا کر دیا (یعنی بیوقوف بنا دیا) پھر چھ دینار کے ذریعے سے انھوں نے بجستان کی طرف ایک تیز قافلہ روانہ کیا تاکہ (ابن ابی داود کی لکھائی ہوئی حدیثوں کا) نسخہ لکھ لائیں، پس وہ لکھا گیا اور بغداد لایا گیا اور حفاظِ حدیث کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے مجھ پر چھ روایات میں غلطی کا الزام لگایا، ان میں سے تین روایات اسی طرح تھیں جس طرح میں نے اپنے استادوں سے سنی تھیں اور تین روایات

میں مجھے غلطی لگی تھی۔ (تاریخ بغداد ۹/۴۶۶ وسندہ صحیح، تاریخ دمشق ۲۹/۸۳)

سبحان اللہ! حافظے سے تیس ہزار روایتیں بیان کیں اور صرف تین روایتوں کی سند میں غلطی لگی۔ یہ بے پناہ حافظے کی دلیل ہے!

عام لوگ بھی جانتے ہیں کہ قرآن کے مستند و متقن حافظ کو بھی بعض اوقات قرأتِ قرآن میں غلطی لگ جاتی ہے، لہٰذا ہزار احادیث میں سے صرف ایک کی سند میں غلطی لگ جانا اس کی دلیل ہے کہ ابن ابی داود بہت بڑے حافظِ حدیث تھے۔ رحمہ اللہ

۲: امام ابوعلی الحسین بن علی الحافظ النیسابوری کی روایت میں ہے کہ ابن ابی داود نے یہ روایتیں اصبہان میں بیان کی تھیں، جن میں سے صرف دو روایتوں میں غلطی لگی تھی۔

(تاریخ دمشق ۲۹/۸۲ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ بجستان (کے علاقے) سے یہاں مراد اصبہان ہے اور یہی راجح ہے۔ واللہ اعلم

ابوذر عبد بن احمد الہروی کی ابن شاذان سے روایت میں بھی اصبہان کا لفظ ہے۔

(تاریخ دمشق ۲۹/۸۲ وسندہ صحیح)

لہٰذا ہوسکتا ہے کہ ابوالقاسم الازہری (شیخ الخطیب) کو بجستان کے لفظ میں غلطی لگی ہو۔ واللہ اعلم

۳: امام ابوحفص ابن شاہین رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) نے فرمایا:

"أملی علینا ابن أبي داود نحو العشرین سنة ، ما رأیت بیده کتاباً ، إنما کان یُملي حفظًا" ابن ابی داود نے ہمیں بیس سال کے قریب حدیثیں لکھائیں، میں نے آپ کے ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی، وہ تو صرف حافظے سے (زبانی) حدیثیں لکھاتے تھے۔ (تاریخ دمشق ۲۹/۸۳ وسندہ صحیح)

۴: ابن شاہین نے کہا: جب ابن ابی داود (آخر میں) نابینا ہوگئے تو منبر پر بیٹھتے اور ان کا بیٹا ابومعمر ان سے ایک درجہ نیچے بیٹھ جاتا، اس کے ہاتھ میں کتاب ہوتی تھی، وہ کہتا: فلاں حدیث، تو وہ پوری حدیث (مع سند و متن) پڑھ لیتے تھے۔ انھوں نے ایک دن قنوت (یا

فتون) والی (لمبی) حدیث زبانی سنادی تو ابوتمام الزینبی نے کھڑے ہو کر کہا: اللہ کی قسم! میں نے آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا الا یہ کہ ابراہیم الحربی ہوں۔ الخ

(تاریخ دمشق ۸۳/۲۹ وسندہ صحیح)

ملفوظات: امام ابن ابی داود کے چند ملفوظات کتابی ترقیم کے مطابق درج ذیل ہیں:

۱) امام ابن شاہین نے فرمایا: ہمارے استاذ (امام) ابوبکر بن ابی داود السجستانی نے فرمایا:

۱: تمسك بحبل الله واتبع الهدى	ولا تك بدعيًا لعلك تفلح
۲: و دن بكتاب الله والسنن التي	أتت عن رسول الله تنجو وتربح
۳: وقل :غير مخلوق كلام مليكنا	بذلك دان الأتقياء وأفصحوا
۱۵: وقل: إن خير الناس بعد محمد	وزيراه قدمًا ثم عثمان أرجح
۱۶: ورابعهم خير البرية بعدهم	علي حليف الخير بالخير منجح
۱۷: و أنهم والرهط لا ريب فيهم	على نجب الفردوس في الخلد يسرح
۲۴: و من بعد هم فالشافعي وأحمد	إماما الهدى من يتبع الحق يفصح
۲۶:و قل خير قول في الصحابة كلهم	و لا تك طعانًا بعيب و تجرح
۳۸: ودع عنك آراء الرجال و قولهم	فقول رسول الله أزكى و أسرج
۳۹: ولاتك من قوم تلهّوا بدينهم	فتطعن (صح) في أهل الحديث و يقدح
۴۰:إذا ما اعتقدت الدهر يا صاح هذه	فأنت على خير تبيت و تصبح

۱: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ اور ہدایت کی اتباع کر اور بدعتی نہ بننا، تاکہ تو فلاح پا جائے۔

۲: کتاب اللہ (قرآن) اور رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ سنتوں (حدیثوں) کو اپنا دین بنا، نجات پا جائے گا اور نفع میں رہے گا۔

۳: اور کہہ: ہمارے مالک (اللہ) کا کلام غیر مخلوق ہے، یہی عقیدہ متقین کا ہے اور انھوں

نے اسے صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔

۱۵: اور کہہ: محمد (ﷺ) کے بعد لوگوں میں سے سب سے بہتر آپ کے دونوں قدیم وزیر (ابوبکر الصدیق اور عمر الفاروق رضی اللہ عنہما) ہیں، پھر (تیسرے نمبر پر) عثمان راجح ہیں۔

۱۶: اور چوتھے نمبر پر خیر البریہ (پوری جماعت میں سب سے بہتر) علی ہیں۔ (رضی اللہ عنہ)

خیر کا دوست خیر کے ساتھ کامیاب ہوتا ہے۔

۱۷: یہ ایسی جماعت ہے جس کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ جنت کی خوبصورت سواریوں پر ہمیشہ سیر کریں گے۔

۲۴: اور ان کے بعد پھر شافعی اور احمد دونوں ہدایت کے امام ہیں، جو حق کی پیروی کرتا ہے صاف اور فصیح کلام کرتا ہے۔

۲۶: تمام صحابہ کے بارے میں اچھی بات ہی کہنا، عیب جوئی اور طعن نہ کرنا (ورنہ) تو (صحابہ کے بارے میں) جرح کرنے والا (بلکہ مجروح) ہو جائے گا۔

۳۸: لوگوں کی آراء و اقوال (اگر کتاب و سنت کے خلاف ہوں تو) چھوڑ دے، پس رسول اللہ (ﷺ) کا قول سب سے بہتر اور سب سے روشن ہے۔

۳۹: ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو اپنے دین کے ساتھ کھیلتے ہیں، پس تُو اہلِ حدیث کے بارے میں طعن اور جرح کرنے والا بن جائے گا (اور بذاتِ خود مجروح ہو جائے گا)

تنبیہ: اصل میں "فیطعن" ہے جبکہ زیادہ راجح "فتطعن" ہے۔

(دیکھئے سیر اعلام النبلاء للذہبی ۱۳/۲۳۶)

۴۰: اے میرے دوست! اگر تو یہ عقیدہ ہمیشہ رکھے گا تو پھر تیرے دن اور رات خیر پر رہیں گے۔ (شرح مذاہب اہل السنہ لابن شاہین ص ۳۲۱۔۳۲۳)

امام ابوبکر بن ابی داود نے ان اشعار کے بعد فرمایا: یہ میرا قول ہے، میرے والد (امام ابوداود) اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے، ہم نے جن علماء کو دیکھا ہے اور جنھیں نہیں دیکھا ان سے یہی عقیدہ پہنچا ہے، جو شخص اس کے علاوہ میری طرف کچھ اور منسوب کرے تو اس

نے جھوٹ بولا ہے۔ (شرح مذاہب اہل السنہ ص ۳۲۳)

نیز دیکھئے کتاب الشریعہ للآجری (نسخہ مرقمہ ص ۹۷۳۔۹۷۵، نسخہ محققہ ۲۵۶۳/۵۔۲۵۶۵) سیر اعلام النبلاء (۲۳۳/۱۳۔۲۳۶ وسندہ صحیح) العلو للعلی الغفار (نسخہ محققہ ۱۲۲۰/۲۔۱۲۲۳ ح ۴۸۸ وقال الذہبی: "هذه القصيدة متواترة عن ناظمها، رواها الآجري وصنف لها شرحًا") اور شیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن بن حمد البدر المدنی (من المعاصرين وهو ثقة ابن ثقة) کی کتاب: التحفۃ السنیہ شرح منظومہ ابن ابی داود الحائیہ (ص ۹۔۱۲۴)

فائدہ: اس قصیدے سے ثابت ہوا کہ امام ابن ابی داود مقلد نہیں بلکہ اہلِ حدیث میں سے تھے، لہٰذا انھیں حنبلی کہنے کا مطلب مقلد ہونا نہیں بلکہ امام احمد بن حنبل کے عقیدے پر ہونا ہے۔ رحمہما اللہ

۲: امام ابن ابی داود سے زندگی کے کسی دور میں بھی ناصبی ہونا ثابت نہیں اور قصیدہ حائیہ (دیکھئے رقم سابق: ۱) اس الزام کے باطل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

۳: امام ابوالقاسم عبداللہ بن الحسن بن سلیمان المقرئی ابن النخاس (ثقہ) رحمہ اللہ نے کہا: میں نے ابوبکر بن ابی داود کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے سجستان میں ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کو خواب میں دیکھا اور میں ان کی حدیثیں جمع کر کے کتاب لکھ رہا تھا، ان کی گھنی داڑھی تھی، درمیانہ قد گندمی رنگ، آپ نے موٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: اے ابوہریرہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں، تو انھوں نے فرمایا: میں دنیا میں پہلا صاحبِ حدیث (اہلِ حدیث) تھا (جس نے شاگردوں کی ایک فوج تیار کی) الخ

(تاریخ بغداد ۴۶۷/۹ وسندہ صحیح)

اولاد: آپ کے تین بیٹے: ابوداود محمد، ابوعمر عبیداللہ، ابواحمد عبدالاعلیٰ اور فاطمہ سمیت پانچ بیٹیاں تھیں۔

وفات: امام ابوبکر بن ابی داود السجستانی رحمہ اللہ ۱۷/ ذوالحجہ ۳۱۶ھ کو فوت ہوئے اور تین لاکھ سے زیادہ لوگوں نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ رحمہ اللہ (۳/جنوری ۲۰۱۱ء)

حافظ ندیم ظہیر

حجامہ (سینگی لگوانا) ایک شرعی علاج

حجامہ سے مراد پچھنے لگوانا ہے، یعنی جسم کے متاثرہ حصے سے سینگی کے ذریعے سے خراب وفاسد خون نکلوانا۔ یہ ایسا علاج ہے جس کی طبی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، بلکہ دورِ جدید میں سائنسی لحاظ سے بھی اسے مجرب ومفید قرار دیا گیا ہے۔ ہم نے ان سطور میں صحیح احادیث وآثار سے حجامہ (سینگی) کی شرعی حیثیت واضح کرنے کی کوشش کی ہے:

سینگی میں شفاء ہے: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، مُقنّع بن سنان (تابعی) کی تیمارداری کے لئے تشریف لائے، پھر ان سے فرمایا: جب تک تم سینگی نہ لگوالو میں یہاں سے نہیں جاؤں گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إن فيه شفاء)) بلاشبہ اس میں شفاء ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۶۹۷)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شفاء تین چیزوں میں ہے: (۱) سینگی لگوانے میں (۲) شہد پینے میں (۳) اور آگ سے داغنے میں، (لیکن) میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔
(صحیح بخاری: ۵۶۸۱)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تمھاری دواؤں میں شفاء ہے تو سینگی لگوانے میں اور آگ سے داغنے میں ہے اور میں داغنے کو پسند نہیں کرتا۔

(صحیح بخاری: ۵۷۰۴)

سینگی بہترین دوا (علاج) ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں سے تم علاج کرتے ہو، اگر ان میں سے کوئی بہتر دوا ہے تو وہ سینگی لگوانا ہے۔

(سنن ابی داود: ۳۸۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۷۶ وسندہ حسن)

سینگی لگوانے کیلئے قمری تاریخ کا انتخاب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص (قمری مہینے کی) سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سینگی لگوائے، اسے ہر بیماری سے شفاء ہوگی۔

(سنن ابی داود: ۳۸۶۱ وسندہ حسن)

عورتیں بھی سینگی لگوا سکتی ہیں: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سینگی لگوانے کی اجازت چاہی تو نبی کریم ﷺ نے ابوطیبہ کو حکم دیا کہ انھیں سینگی لگا دیں۔

راوی کے نزدیک ابوطیبہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی یا نابالغ لڑکے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۰۶، دارالسلام: ۵۷۴۴)

راجح یہی ہے کہ وہ اُس وقت غلاموں میں سے، سینگی لگانے کے ماہر، نابالغ لڑکے تھے۔

حالتِ احرام میں سینگی لگوانا: رسول اللہ ﷺ نے لحیِ جمل کے مقام پر حالتِ احرام میں سر کے درمیان سینگی لگوائی تھی۔ (صحیح بخاری: ۱۸۳۶، صحیح مسلم: ۱۲۰۳)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ نے حالتِ احرام میں سینگی لگوائی۔

(صحیح بخاری: ۵۶۹۵)

روزے کی حالت میں سینگی لگوانا: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔ (صحیح بخاری: ۵۶۹۴)

سینگی لگوانے کے بعد غسل کرنا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ چار کاموں کی وجہ سے غسل کیا کرتے تھے: جنابت سے، جمعہ کے دن، سینگی لگوانے سے اور میت کو غسل دینے کے بعد۔ (سنن ابی داود: ۳۴۸ وسندہ حسن)

سینگی لگانے والے کو اجرت دینا؟ ابوطیبہ نے رسول اللہ ﷺ کو سینگی لگائی تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ انھیں (مزدوری میں) ایک صاع کھجور دی جائے اور آپ نے ان کے مالکوں کو حکم دیا کہ ان پر مقررہ خراج میں کمی کریں۔ (صحیح بخاری: ۲۱۰۲، صحیح مسلم: ۱۵۷۷)

یہاں خراج سے مراد وہ رقم ہے جو غلام اپنے مالک یا مالکوں کو آزادی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی اور حجام کو اس کی اجرت دی، اگر یہ اجرت حرام ہوتی تو اسے نہ دیتے۔ (صحیح بخاری: ۲۱۰۳)

ثابت ہوا کہ جن روایات میں اس اجرت کو خبیث وغیرہ کہا گیا ہے وہ کراہت پر محمول

ہیں یا منسوخ ہیں۔ واللہ اعلم

سینگی لگوانے کے بارے میں چند ضعیف وغیر ثابت روایات

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج ہوئی، میں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرا، وہ سب مجھے یہی کہتے رہے: اے محمد (ﷺ)! سینگی لگوایا کریں۔

(سنن الترمذی: ۲۰۵۲، عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی الواسطی ضعیف ہے، سنن ابن ماجہ: ۳۴۷۷، المستدرک للحاکم ۲۰۹/۴ عباد بن منصور ضعیف ہے اور یہ روایت اپنے تمام طرق وشواہد کے ساتھ ضعیف ہی ہے۔)

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سینگی لگانے والا اچھا بندہ ہے۔ خون لے جاتا ہے، کمر ہلکی کرتا ہے اور بینائی تیز کرتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۵۳، سنن ابن ماجہ: ۳۴۷۸، المستدرک ۲۱۲/۴، عباد بن منصور ضعیف راوی ہے۔)

(۳) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نازل ہو کر نبی کریم ﷺ کو گردن کی رگوں پر اور دونوں کندھوں کے درمیان سینگی لگوانے کی ہدایت کی۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۲، اصبغ بن نباتہ متروک راوی ہے۔)

(۴) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گردن کی رگوں پر اور کندھوں کے درمیان سینگی لگوائی۔ (سنن ابی داود: ۳۸۶۰، سنن الترمذی: ۲۰۵۱، سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۳ یہ روایت قتادہ کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہار منہ سینگی لگوانا زیادہ مفید ہے، اس سے عقل میں اضافہ اور حافظہ تیز ہوتا ہے اور اچھی یادداشت والے کی یادداشت بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ جس نے سینگی لگوانی ہو وہ اللہ کا نام لے کر جمعرات کو لگوائے۔ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو سینگی لگوانے سے اجتناب کرو۔ سوموار اور منگل کو سینگی لگوا لیا کرو۔ بدھ والے دن بھی سینگی لگوانے سے بچو، کیونکہ ایوب علیہ السلام کو اسی دن آزمائش آئی تھی۔ جذام اور برص صرف بدھ کے دن یا بدھ کی رات میں ظاہر ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۸، عبداللہ بن عصمہ اور سعید بن میمون دونوں مجہول ہیں)

تنبیہ: جن دنوں میں سینگی لگوانے کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ سب ضعیف روایات ہیں، کسی بھی دن سینگی لگوائی جاسکتی ہے، البتہ قمری مہینے کے تین دنوں میں سینگی لگوانا بہتر و افضل ہے ،جیسا کہ بحوالہ حدیث گزر چکا ہے۔

قارئین کرام! ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ سینگی کی شرعی حیثیت اور اس کے احکام صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیئے ہیں۔ امید ہے کہ اس متروکہ عمل کو جاری و عام کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ ایسے ماہر معالج کا انتخاب کریں جو بخوبی جانتا ہو کہ جسم کے کس حصے پر کس مقصد یا مرض کے لئے سینگی لگانی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

شمس الفوائد

(۱) حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق کے ساتھ شیخ سعید بن علی بن وھف القحطانی حفظہ اللہ کی مشہور کتاب ''حصن المسلم'' دار الفکر الاسلامی (گلی نمبر 3 مین بازار نواب آباد، واہ کینٹ) سے پاکٹ سائز میں شائع ہو چکی ہے۔ رابطہ نمبر 0315/0321-5216287

(۲) محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن (خلیفہ حاجی امداد اللہ تھانوی) نے لکھا ہے: ''حالانکہ اہل حدیث کل صحابہ تھے کیونکہ فن حدیث کی ابتداء انھیں سے تھی اس لئے کہ انھی حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث لیکر دست بدست اُمت کو پہونچایا پھر اُن کے اہل حدیث ہونے میں کیا شبہ''

(حقیقۃ الفقہ حصہ دوم ص ۲۲۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی نمبر ۵)

(۳) عبد الغفور صادق آبادی دیوبندی (مہتمم مدرسہ تحفیظ القرآن عیدگاہ صادق آباد ضلع رحیم یار خان) نے لکھا ہے: ''جمعہ پڑھنا قرآن وحدیث صحابہ کرام کے قول و فعل اہلسنت والجماعت کے آئمہ ثلاثہ حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور دیگر محدثین و محققین کے نزدیک ہر مقام اور ہر جگہ پر جائز ہے۔ باوجود اس کے اس سے روکنا ایک شیطانی جھانسہ نہیں تو پھر کیا ہے۔'' (دیہات میں جمعہ ص ۲۰ شائع کردہ: نذیر الحق دشتی النقشبندی دیوبندی مہتمم مدرسہ عربیہ احسن العلوم رنسرڈ صادق آباد)

محمد زبیر صادق آبادی

ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخیاں

[ماسٹر امین اوکاڑوی کی تین دورُخیوں کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (نمبر ۶۴ ص ۱۹، نمبر ۶۵ ص ۲۹، نمبر ۸۰ ص ۳۴)]

دورُخی نمبر ٤: ماسٹر امین اوکاڑوی نے بزعم خود تقلید شخصی کا ثبوت دینے کے لئے لکھا ہے:

''مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے اور فرماتے: انما اقول برائي (جامع بیان العلم ج ۲/ص ۵۸) سب اہلِ مدینہ ان کی تقلید شخصی کرتے، حتیٰ کہ حضرت ابنِ عباسؓ کو کہہ دیا: لا ناخذ بقولك و ندع قول زيد (بخاری ج ۱/ص ۲۳۷) ''ہم زید کے مقابلے میں آپ کا قول نہیں مانیں گے۔'' (تجلیات صفدر ۶/ ۱۱۵)

اوکاڑوی کی نقل کردہ بخاری کی روایت میں ایک راوی عکرمہ رحمہ اللہ ہیں۔

دیکھئے صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۳۷ ح ۱۷۵۸۔۱۷۵۹، کتاب الحج باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت) جواہر الفقہ (۱/ ۱۵۴، از ''مفتی'' محمد شفیع) اور تقلید کی شرعی حیثیت (ص ۴۳، از محمد تقی عثمانی)

تو ماسٹر امین اوکاڑوی نے اتباعِ ہویٰ (خواہش پرستی) کی وجہ سے عکرمہ رحمہ اللہ کی اس روایت کو قبول کر لیا، لیکن دوسری طرف عکرمہ کی دوسری روایت چونکہ ماسٹر امین کی طبیعت کے خلاف تھی، اس لئے اتباعِ ہویٰ کی وجہ سے ماسٹر امین نے اسی عکرمہ رحمہ اللہ پر یوں جرح نقل کی ہے: ''اس کا استاد عکرمہ ہے۔ یہ بھی خارجی تھا۔ اس کو عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادہ ٹٹی خانہ کے پاس باندھ دیتے اور فرماتے یہ کذاب خبیث میرے باپ پر جھوٹ بولتا ہے۔ (عجیب بات ہے کہ یہ بھی اس نے ابن عباسؓ پر ہی جھوٹ بولا ہے) امام سعید بن المسیب، امام عطاء، امام ابن سیرین رحمہم اللہ سب اس کو جھوٹا کہتے ہیں۔ یہ خارجی مذہب کا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متشابہات نازل کر کے

لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ حاکم مدینہ نے اس کی طلبی کا حکم دیا تو یہ اپنے خارجی شاگرد داؤد بن الحصین کے پاس روپوش ہو گیا اور وہیں مر گیا۔ لوگوں نے اس کا جنازہ بھی نہ پڑھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۹۶)'' (تجلیات صفدر ۴/ ۶۱۸)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے۔

[تنبیہ: ٹٹی خانہ کے پاس باندھنے اور کذاب خبیث کہنے والی روایت یزید بن ابی زیاد سے مروی ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۹۴/۳)

یزید بن ابی زیاد ضعیف، مدلس اور مختلط تھا، لہٰذا یہ روایت تین وجہ سے مردود ہے۔

باقی جروح میں بھی نظر ہے اور جمہور محدثین نے عکرمہ کو ثقہ وصدوق قرار دیا ہے، لہٰذا ایسے راوی کی روایت صحیح یا حسن لذاتہ ہوتی ہے۔]

یوں تو آل دیوبند کہا کرتے ہیں کہ تقلید شخصی اتباع ہویٰ سے بچاتی ہے، لیکن دیکھا آپ نے کہ ماسٹر امین اوکاڑوی تقلید شخصی کے دفاع میں اتباع ہویٰ کا شکار رہا، نیز ماسٹر امین اوکاڑوی کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی مخالف کی روایت سے استدلال کرے تو گویا اس شخص نے اس راوی کی قے چاٹ لی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر ۲/ ۱۷۹، سطر ۶)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زبان کی لغزشوں سے محفوظ فرمائے۔

تنبیہ: ماسٹر امین اوکاڑوی کے چہیتے نعیم الدین دیوبندی ('' حدیث اور اہلحدیث'' کتاب کے مصنف) نے عکرمہ رحمہ اللہ کا دفاع کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب: شب برأت کی فضیلت (ص ۸۵ تا ۹۲)

البتہ اختصار کے پیش نظر چند حوالے نقل کئے دیتا ہوں، نعیم الدین نے لکھا ہے:

'' جعفر طیالسیؒ یحییٰ بن معینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: '' جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ عکرمہ اور حماد بن سلمہ کی برائی کر رہا ہے تو اسے اسلام کے بارے میں متہم جانو'' تہذیب ج ۷ ص ۲۷۰'' (شب برأت کی فضیلت ص ۸۷)

مزید لکھا ہے: '' بعض محدثین نے حضرت عکرمہؒ پر کچھ اعتراضات بھی کیے ہیں لیکن

محققین علماء نے ان اعتراضات کو پوری تحقیق وتفتیش کے بعد رد کر دیا ہے“

(شب برأت کی فضیلت ص۸۸)

حبیب الرحمٰن صدیقی نے عکرمہ پر جرح کی تھی، نعیم الدین نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ”صدیقی صاحب پر حیرت ہے انہوں نے خوف خدا کو بالائے طاق رکھ کر محض لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے حضرت عکرمہ پر بعض محدثین کی جرحیں نقل کر کے انہیں ایک بھیانک شخص کے روپ میں پیش کر دیا ہے، اور محقق علماء کرام نے جو ان جرحوں کے جوابات دیئے ہیں ان سے آنکھیں موند لیں“ (شب برأت کی فضیلت ص۸۹)

یعنی نعیم الدین، حبیب الرحمٰن صدیقی کی جس کارستانی کا شکوہ کر رہے ہیں وہی کام نعیم الدین (انوار خورشید) کے مربی ومحسن امین اوکاڑوی نے کیا ہوا ہے، نیز امین اوکاڑوی نے ایک دوسرے مقام پر شعرانی کے حوالے سے اپنی تائید میں نقل کیا ہے کہ ”امام صاحب حدیث کی روایت نہیں کرتے تھے مگر تابعین سے جو عدالت اور ثقاہت میں ممتاز ہیں اور یہ شہادتِ رسول اکرم ﷺ خیر القرون میں داخل ہیں مثلاً اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، حسن بصری اور ان کے درجہ کے راوی رضی اللہ عنہم اجمعین تو جس قدر راوی امام صاحبؒ اور رسول خدا ﷺ کے درمیان ہیں وہ سب ثقہ اور عادل اور عالم اور خیار ناس میں سے ہیں، نہ ان میں کوئی کاذب (جھوٹا) ہے اور نہ ہی دروغ گوئی سے متہم اور کیا چیز مانع ہے تم کو ان حضرات کی عدالت کے اعتراف سے جن سے احکام دینیہ حاصل کرنے میں ابو حنیفہ جیسا شخص راضی ہے۔ جس کے تقویٰ اور پرہیزگاری اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اوپر شفقت کی انتہا نہیں...“ (تجلیات صفدر ۳/۵۶۵)

دورُخی نمبر ۵: ایک اہل حدیث عالم مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ نے آمین بالجہر کے موضوع پر امین اوکاڑوی کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے آمین بالجہر کی احادیث کے متعلق امام مسلم رحمہ اللہ کا یہ قول پیش کیا کہ آمین بالجہر کی احادیث متواتر ہیں تو ماسٹر امین اوکاڑوی نے امام مسلم رحمہ اللہ کا قول رد کرتے ہوئے کہا: ”اس کے بعد حضرت (مولانا

بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ) یہ فرماتے ہیں کہ امام مسلمؒ کا قول ہے کہ متواتر احادیث جہر کی ہیں۔امام مسلمؒ کا قول تو مرفوع حدیث نہیں ہے۔"

(فتوحات صفدر ۱/۳۵۲، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۱۵۔۳۱۶)

جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین نے یونس نعمانی مماتی دیوبندی سے مناظرہ کرتے ہوئے کہا: "میں نے جو حدیث پڑھی ہے وہ وہ ہے جس کو محدثین متواترات میں شمار کر رہے ہیں۔" (فتوحات ۳/۳۷۸۔۳۷۹)

اس کے جواب میں یونس نعمانی نے کہا: "مولوی صاحب نے کہا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔مولوی صاحب متواتر حدیث کی تعریف کر دیں اور اس تعریف کو اسی حدیث **الانبیاء احیاء فی قبورھم** پر منطبق کر دیں۔" (فتوحات صفدر ۳/۳۷۹)

اس کے جواب میں ماسٹر امین نے کہا: "جب سنار ایک سونے کو کھرا کہ دے تو سنار کو کھرے کے معنی آتے ہیں یا نہیں، جب ایک محدث حدیث کو متواتر کہ دیتا ہے مجھ جیسے ہزاروں کی سمجھ میں اگرچہ نہیں آیا تو کیا، ان پڑھوں کی بات کوئی سنے گا؟ کوئی نہیں سنے گا۔"

(فتوحات صفدر ۳/۳۸۱)

دورُخی نمبر ٦: ماسٹر امین نے احمد سعید ملتانی سے مناظرہ کرتے ہوئے کہا:

"اگر مولانا ناراض نہ ہوں تو میں بتلاتا ہوں کہ شرطیں لگا کر دلیل طلب کرنا یہ شرطیہ معجزہ طلب کرنا ان (کافروں اور مشرکوں) کا کام تھا، وہ شرطیہ معجزہ مانگتے تھے (یہ پہاڑ سے اونٹنی نکلے وغیرہ وغیرہ۔مدعیٰ علیہ کے ذمے صرف یہ ہے کہ گواہ پر جرح کرکے اس کو رد کرے، پھر دوسرا گواہ پیش کیا جائے اس پر جرح کرے۔" (فتوحات صفدر ۲/۳۲۵)

لیکن دوسری طرف ماسٹر امین نے قاضی عبدالرشید حفظہ اللہ اہل حدیث مناظر سے پانچ شرطیں لگا کر دلیل طلب کی تھی۔

دیکھئے فتوحات صفدر (۱/۱۶۲، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۳۹)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے۔

دوڑخی نمبر ۷: ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''محمد بن اسحاق والی حدیث جس پر میں نے جرح کی ہے۔ کہ وہ ایک دجال کذاب راوی ہے، مسلک اس کا شیعہ تھا، تقدیر کا منکر تھا۔ اور حنفیہ نے کسی فرض میں اس پر استدلال نہیں کیا۔''

(فتوحات صفدر ۱/۲۹۵، دوسرا نسخہ ۱/۲۶۰۔۲۶۱)

جبکہ دوسری طرف امین اوکاڑوی نے احکام میں محمد بن اسحاق کی حدیث سے استدلال کیا۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۲/۳۶۰ ح ۳۶ تحقیق مسئلہ رفع یدین، ۲/۵۷۷)

لیکن اگر کوئی مخالف محمد بن اسحاق کی حدیث سے استدلال کرے تو ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں'' (فتوحات صفدر ۱/۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

قارئین کرام! دیکھئے یہ ماسٹر امین کی کتنی واضح دوڑخی ہے کہ ایک راوی کو کذاب دجال، شیعہ اور تقدیر کا منکر کہہ کر پھر اسی راوی کی روایات سے احکام میں استدلال کیا ہے۔

دوڑخی نمبر ۸: محمد بن حمید رازی پر ماسٹر امین اوکاڑوی نے شدید جرح کی اور اسے کذاب ثابت کیا۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۳/۲۲۴)

نیز آل دیوبند کے مفتی جمیل نذیری نے بھی محمد بن حمید الرازی کو جھوٹا ثابت کیا۔ دیکھئے رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز (ص ۳۰۱)

ایک اور جگہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۱/۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

لیکن اوکاڑوی نے دوسری طرف مسئلہ طلاق کے متعلق محمد بن حمید رازی کی ایک حدیث سے استدلال کیا۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۴/۶۰۱)

ایک اور جگہ مسئلہ تراویح کے متعلق حدیث پیش کی، جس کی سند میں محمد بن حمید رازی ہے۔ دیکھئے فتوحات صفدر (۳/۲۵۷)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دوڑخی ہے کہ ایک راوی کو جھوٹا ثابت کر کے، پھر اسی کی احادیث پیش کیں اور یہ بھی کہا کہ جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔!

قرآن مجید کی تعلیم اور جنت کا تاج

سیدنا بُریدہ بن الحُصَیب الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: سورۃ البقرہ کا علم حاصل کرو، کیونکہ اس کا حصول برکت ہے اور اسے چھوڑ دینا حسرت ہے اور باطل لوگ (شیاطین وجنات، جادوگر) اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۃ البقرہ اور آلِ عمران کا علم حاصل کرو، کیونکہ قیامت کے دن یہ سورتیں دو بادلوں یا دو سائبانوں یا پرندوں کی دو ٹولیوں کی صورت میں اپنے پڑھنے والے پر سایہ فگن ہوں گی۔ جب قرآن پڑھنے والے کی قبر پھٹے گی تو پڑھنے والا کمزور ولاغر انسان کی طرح باہر نکلے گا، پھر اس سے قرآن ملاقات کرے گا اور پوچھے گا: کیا تو مجھے جانتا ہے؟ وہ کہے گا: میں تجھے نہیں جانتا۔ قرآن کہے گا: میں تیرا وہ ساتھی ہوں جس نے تجھے گرم دوپہروں کو پیاسا رکھا اور راتوں کو جگایا، ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا ہے اور آج تُو اپنی تجارت کے پیچھے ہے، پھر اسے دائیں ہاتھ میں مُلک اور بائیں ہاتھ میں دوام عطا کیا جائے گا، اس کے سر پر وقار والا تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو دو خوبصورت کپڑے پہنائے جائیں گے جن کی قیمت دنیا والے ادا نہیں کر سکتے تو وہ دونوں کہیں گے: یہ کپڑے ہمیں کیوں پہنائے گئے ہیں؟ کہا جائے گا: تم نے اپنے بچے کو قرآن سیکھنے پر لگایا تھا۔ پھر اسے کہا جائے گا: پڑھتا جا اور جنت کے زینوں، بالا خانوں پر چڑھتا جا، پھر وہ جب تک قرآن پڑھتا رہے گا اوپر چڑھتا رہے گا، چاہے جلدی پڑھے یا ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔ (مسند امام احمد ۵/ ۳۴۸ ح ۲۲۹۵۰ وسندہ حسن، سنن الدارمی ۳۳۹۴ نسخہ محققہ: ۳۴۳۴، ابن ماجہ: ۳۷۸۱ مختصراً جداً وصححہ الحاکم علی شرط مسلم ۱/ ۵۶۰ ح ۲۰۵۷ ووافقہ الذہبی وحدیثہ مختصر)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور اس روایت میں حفظِ قرآن کی بہت زیادہ فضیلت ہے، نیز تعلیم قرآن، تدریسِ قرآن اور اپنی اولاد کی نیک تربیت کی فضیلت بھی ہے۔

Monthly AlHadith Hazro

ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباعِ کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم ومتانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے
اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر
کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے قلم سے

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوٰة المصابيح

نمایاں خصوصیات

★ صحت وسقم کے اعتبار سے روایات پر حکم
★ مختصر مگر جامع تخریج ★ آسان فہم ترجمہ
★ منہج سلف صالحین کے عین مطابق شرح
★ فقہی طرز پر حدیث سے مسائل کا استنباط

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون:042-37244973
بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون:041-2631204, 2034256
alhadith_hazro2006@yahoo.com